حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ

جناب میر محمد ہمدانی

اور

سلطان سکندر

مشہور فرمانروائے کشمیر کے خاص خاص حالات سوانحات کا مجموعہ

اور

خانقاہ معلیٰ

جیسی مشہور عمارت کا تذکرہ

جنۃ الدنیا

مصنفہ

مولانا مولوی محمد شاہ سعادت، مفتی سرینگر مؤرخ کشمیر

حسب فرمایش

قاضی نظام الدین - ساکن کولی پورہ - خانیار سرینگر

صابر الیکٹرک پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام منشی نور حسین نیر چھپوا کر مولوی محمد شاہ سعادت مفتی نور ... نے شائع کیا
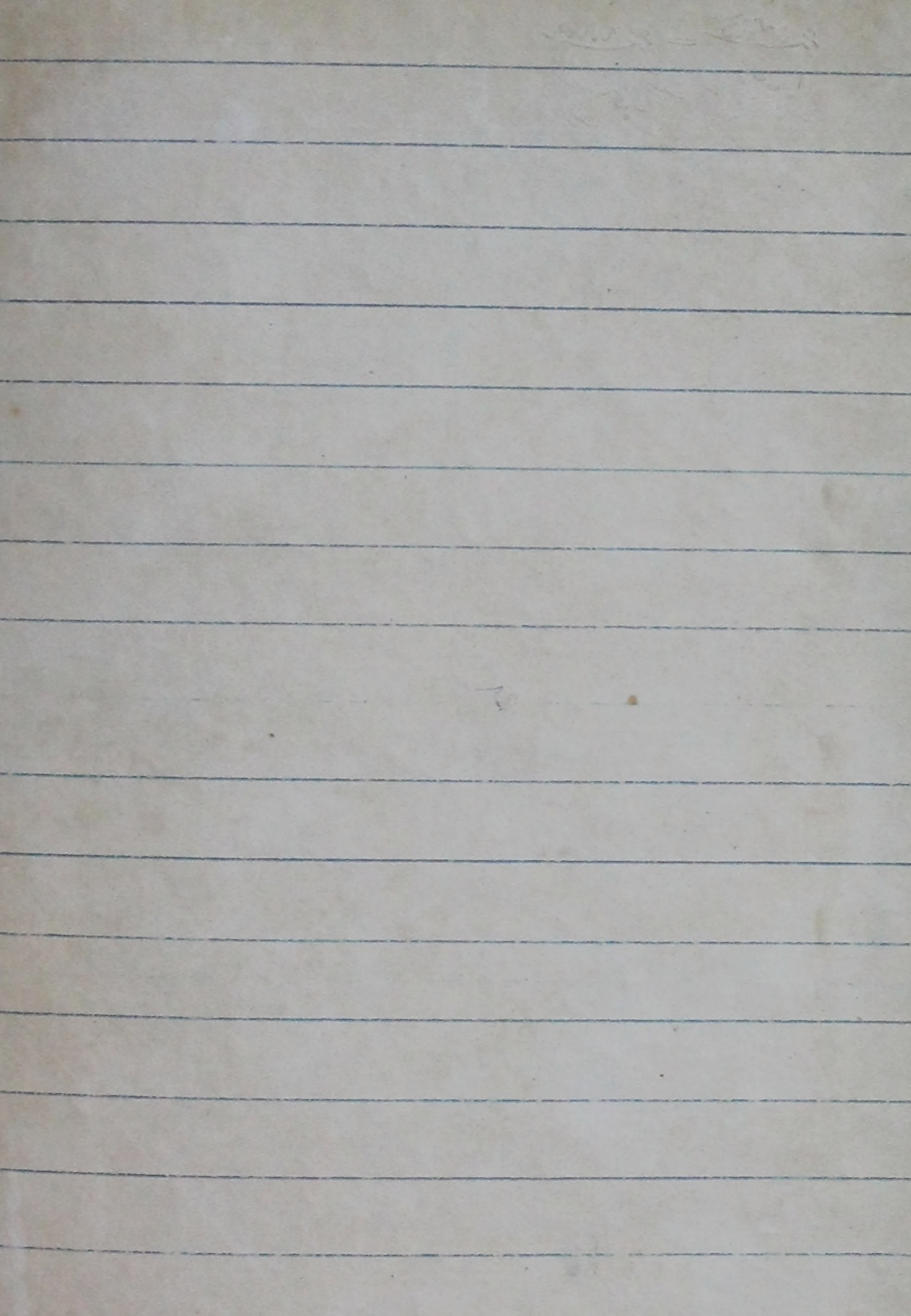
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے

ابتدا۔ سنہ ۱۳۵۱ھ مطابق سنہ ۱۹۳۲ء میں بیان واقع ایک بڑی کتاب بحمد اللہ مرتب اور مکمل ہو کر طباعت کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوئی۔ تو اسمیں سرینگر کے مشہور قدیمی عبادتگاہ مسجد جامع[1] کلان کے حالات تذکرے قلمبند کئے گئے ہیں۔ اب غیر منصفانہ صورت میں نہایت فروگذاشت ہوگی۔ اگر حضرت خانقاہ معلی جیسی مشہور باوقعت محترم عبادتگاہ کے تاریخی حالات اس روشنی کے زمانے میں جبکہ کتابوں اور پریسوں نے علم کے بڑے بڑے دریا بہا دیے ہیں تاریکی۔ اندھیری کیجا لپٹیں رہیں۔ واقعات کشمیر باغ سلیمان تحقیقات امیری فتحات کبرویہ شاہنامہ کشمیر تاریخ حسن تحائف الابرار۔

---

[1] سلطان سکندر شاہ کے عہد حکومت سے قبل یہ ایک بڑا بت خانہ تھا جو کہ راجہ پروریسین نے سنہ ۲۰۰ء میں آباد کیا تھا۔ سلطان سکندر نے جناب سید محمد ہمدانی کے ارشاد پر اس بتخانہ کی بجائے مسجد جامع کی بڑی عمارت آباد کی ؎ نخستین مسجد جامع زشہ اسکندر ثانی ٭ عمارت یافت وانگہ سوختہ از تقدیر سبحانی ٭ دگر بارہ حسن شاہ آنکہ بد از نسل پاک او ٭ بشد بانی این مسجد ہم از توفیق ربانی ٭ ولیکن از دو جانب ستون آراستہ سقفش ٭ ز ابراہیم احمد ماگری شد راست تا دانی ٭ ز ہجرت نہ صد و نہ بود تا دور محمد شاہ ٭ کہ این جنت سرا شد زینت دین مسلمانی ٭ بتاریخ ہزار و بست و نہ از ہجرت سید ٭ بروز عید روزہ سوخت در نوبت ثانی ٭ ملک حیدر رئیس الملک در عہد جہانگیری ٭ نہاد از نو بنایش باز روز عید قربانی ٭ چو تاریخ بنایش جست گفتا ہاتف غیبی ٭ نہاد از نو اساسش بارگاہ عید قربانی ٭ مہاراجہ پرتاب سنگھ

اسرار الابرار گلشن کشمیر ختمہ بہاء الدین متو سعادت دارین[1] تاریخ ملا ہدایت اللہ متو نظام الوقایع خوارق السالکین جواہر المناقب منقبۃ الجواہر وجیز التواریخ روضۃ الاصفیا وغیرہ غرض متعدد تاریخنامہ جات کتابوں کی ورق گردانی سے از قسم حوالہ جات جو کچھ تذکرہ مل سکا علاوہ اسکے مصدقہ روایات زاید معلومات اور چشمدیدہ حالات کا سرمایہ جو کچھ دستیاب ہوا اسے پبلک کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ؎

گر قبول افتد زہی عز و شرف

تمہید کتاب:۔ مسجدوں زیارت گاہوں اور خانقاہوں کی سرزمین کشمیر میں اتنی کثرت ہے کہ بظاہر کوئی علاقہ ان سے خالی نہیں ہے۔ مگر اتنے بڑے احاطے ہیں جو زیارتگاہیں خانقاہیں قدر و منزلت اور قدامت کے لحاظ سے مشہور آفاق ہیں اُن میں خانقاہ معلیٰ کی بابرکت زیارت گاہ کا نام نامی بڑی خصوصیت کے ساتھ لیتے ہیں۔

مسلمانان کشمیر تو مسلمانوں کو ضرورۃً چاہئے مگر غیر مسلم یہاں تک کہ اہل ہنود پنڈت لوگ بھی اس جگہ کو قدر و منزلت اور بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خطہ کشمیر کے مسلم باشندے فطری طور پر طبعاً بحمد اللہ خوش اعتقاد واقع ہوئے ہیں۔ ہر ایک متبرک عبادتگاہ مسجد مقام خصوصاً حضرت خانقاہ معلیٰ کو پوری عقیدتمندی اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ احترام کے اثبات کے لئے مخصوص وجوہات

[1] بشرط زیست جناب سید علی ہمدانی کی مکمل مفصل سوانح عمری جس کا دوسرا نام سعادت دارین ہے سال رواں میں بذریعہ طباعت شائع کیا جائیگا۔

بھی بہرہ کرتے ہیں۔ چند ایک وجوہات یوں بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ حضرت سید علی ہمدانی۔ میر محمد ہمدانی اور سلطان سکندر فرمانروائی کشمیر جیسے نیک نیت مخلصین کے خلوص اخلاص کے آثار پُرانوار ہمیشہ ترقی پذیر ہیں۔ جناب شیخ شاہ عبدالوہاب نوری کا یہ کہنا کہ "جناب سیادت پناہ دراںجا خلوت نشینی اختیار فر۔۔ اربعین ہا باتمام رسانید مکرر بہ تجلیات ذاتی مشرف گشت"۔ ارباب نسبت کے حضور میں ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ روحانی بزرگان دین جبکہ خانقاہ معلّٰی میں جاکر ہمت توجہ۔ باطنی جذبات سے کام لیتے تھے تو ضرور جناب رسالت پناہ صحابہ اولیائے عظام کی نورانی روحانیت توجہات اور فیوض و برکات کا استفادہ اٹھاتے تھے۔ ہر فرقہ اور ہر فرقہ کا ہر فرد تسلیم کرلیتا ہے۔ کہ خانقاہ معلّٰی کی بابرکت عمارات اہل اسلام کی خاص مطاف تھی اور محل اجابت دعا۔ حضرت مولینا شیخ یعقوب صرفی[۱] خواجہ حبیب اللہ[۲] نوشہری شیخ عبدالوہاب نوری اور ملا عبدالرشید بینوا[۳]

[۱] بے نظیر شاعر تھا۔ خداشناسی کے لطایف باباعثمان قادری چچہ بلی سے حاصل کئے ہیں۔ خانقاہ معلی مسجد جامع اور مخدوم صاحب کی زیارت گاہ میں بروز جمعہ وعظ خوانی کے فرائض بجالاتے تھے روضۃ الاشعار ایک بڑی کتاب آپ نے تصنیف کی ہے۔ محلہ حول سے گذر کر دوکان شری بٹ حکیم کے آس پاس اپنے مسکن کے صحن میں دفن کئے گئے ہیں [۲] گناتی خاندان کے آپ رکن رکین تھے ۹۸۵ھ میں آپ پیدا ہوئے اور ۱۰۲۶ھ میں آپ نے وفات پائی [۳] شیخ محمد یوسف آپ کے تخلص تھا۔

وغیرہ نے اپنے بیش قیمت منظوم جوہر پاروں میں خانقاہ کی مدح سرائی
قصیدہ خوانی کرکے معنوی شان و شوکت کا پیرایہ بیان کیا۔ چنانچہ ملا
عبدالرشید بینوا کا قصیدہ منتخب کرکے ذیل میں درج کیا جاتا ہے

قصیدہ:۔ خانقاہست این مگر یا مسجد اقصی است این ÷ مسکن امن و
امان یا جنت الماوا است این ÷ سقف مرفوع است این یا قبہ چرخ برین ÷
یا مگر از رحمت حق خیمہ بر پا ست این ÷ حجرہ خاص است این یا مشرق
نور جلال ÷ یا محل فیض حق یا وسعت ولہا ست این ÷ در میان قندیل
یا شمع ہدایت روشن است ÷ یا مگر نور تجلی یا ید بیضا ست این ÷
این ستون یا نخل ایمن یا کہ طوبائی بہشت ÷ یا بہ بزم اہل عرفان شاہد
رعنا ست این ÷ پیر ما سید علی یا جامع فضل و کرم ÷ یا علی ثانی دریا
دل یکتا ست این ÷ ورد او اوراد یا بی شبہ اسم اعظم است ÷ یا تسبیح
ملایک بر زمین غوغا ست این ÷ حلقہ اوراد یا سر رشتہ جمعیت است
یا صفی از قدسیان عالم بالا ست این ÷ بینوا خاک رہ او یا فدائے
درگہش ÷ یا بعذرائی جمالش وامق شیدا ست این ÷

دورِ قدیم:۔ سرزمین کشمیر میں پولیٹیکل سیاسیات اور حکومت کے
لحاظ سے تین دورے گذرے ہیں۔ (۱) ماسبق
راجگان ہنود۔ (۲) سلاطین مسلمین۔ (۳) سکھا شاہی ڈوگرہ
عملداری۔ ان تین دوروں میں قسم قسم انقلابات با اختلافات واقع ہوئے
ہیں۔ ماسبق راجگان ہنود دو سو دو سو سال نہیں بلکہ ساڑھے چار ہزار

برس کی طویل مدت تک حکومت کرتے رہے بالفاظ دیگر یہ کہنا
چاہیئے کہ سنہ ۱۸ قبل مسیح سے یہ حکومت جلوہ ظہور دیتی رہی۔ حکومت
کے ارباب حل و عقد زمانہ کے راہ و رسم کو دیکھتے بلکہ اپنے دل و دماغ
سے کام لیکر نظم و نسق ضبط و ربط کے تدابیر و تجاویز طے کرتے
تھے۔ لائحہ عمل اچھا تھا یا بُرا مجھے یہ امر طے نہیں کرنا ہے۔ مگر
ساتھ ہی یہ نکتہ نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ راجگان ماضی
کے زمانے میں بعض ایسے مستقل مدبر بارسوخ راجے گذرے
ہیں جنہوں نے شاہی تعمیرات۔ دیہات باغات۔ قلعہ جات کے
علاوہ مذہبی عبادتگاہیں شوالے مسافرخانے درس گاہیں اور
مندروں کے بڑے احاطے برپا کیئے ہیں۔ مالوہ خاندان میں
راجہ پورمان کے بیٹے راجہ پرورسین کے حاکمانہ کارنامے دیکھ
لیجئے۔ جس نے سنہ ۱۰۲ء مطابق سنہ ۱۸۹ بکرمی میں حکومت کے
تخت پر بیٹھکر ضبط و ربط کا مستحسن طریقہ قایم کیا۔ باغ ہارون
سرینگر[۱] اور کالی شوری مندر بنوایا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ
کالی شوری مندر کی عمارت میں سات لک اشرفیاں ایک بڑی
رقم صرف کی ہے۔ مہاکالی دیوی کی تعظیم و تقدس کی خاطر فلک نما
یہ بُت خانہ آباد کیا۔ تین سو ساٹھ ۳۶۰ بُت مجسمے مندر کے اندر موجود
تھے۔ سنہ ۱۰۲ء مطابق سنہ ۱۸۹ ب سے لیکر بارہ سو سال سے زائد

[۱] سرینگر کا اصل نام سوریہ نگر تھا۔ سوریہ آفتاب کو اور نگری آباد شہر کو کہتے ہیں

عرصے تک یہ بُت خانہ کشمیر کے خاص و عام اہل ہنود کے خاطر خصوصاً بدھ مذہب کے پیروؤں کا ایک مذہبی مرکز تھا۔ مزید بر این تمام کے تمام پوجاری لوگ جو کہ تعداد میں تین سو سے کم نہیں تھے بُت خانے کے گرداگرد بیٹھ کر جاتریوں سے اپنی معاش کا گذارہ حاصل کرتے تھے۔ تو اُن کے لئے یہ مندر آمدنی کا ایک خاص ذریعہ ہوا تھا۔

اسلامی دور:۔ راجگان ہنود کا دور قدیم بالآخر ٹوٹ گیا یا مٹا یا گیا۔ اب نیا دور آیا تو اسلامی عملداری ظہور میں آئی جسکو اسلامیہ سلاطین کشمیر[2] کے عہد حکومت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ تبتی راجہ زادہ ریچن[1] نام نے ماسبق راجگان ہنود کی عملداری کے خاتمے پر تخت حکومت کا قبضہ لے لیا۔ تو انہیں دنوں میں اہل ہنود کے مختلف فرقے بدھ مت۔ جین مت۔ شیوہ مت کے پیرو اپنے اپنے مذہب کی صداقت کی دم دیکر جھگڑتے لڑتے رہے۔ تنازعات برپا ہو گئے۔ ایک دوسرے کو بُرا بھلا

[1] شاہزادہ ریچن کے باپ لہاچن گوروپنے جو لہاچن گیالپو خاندان سے تھا تبت لداخ میں پچاس سال تک حکومت کا ڈنگا بجایا۔ بالآخر باپ بیٹے کے فیما بین تنازعہ اور لڑائی برپا ہوئی باپنے غلبہ پایا بیٹا اسوقت جبکہ راجہ سہدیو کشمیر کا فرمانروا تھا سرزمین ہذا میں آیا یہیں اقامت اختیار کی اور ۱۳۲۵ء سے لیکر ۱۳۲۷ء تک حکومت کے تخت پر بیٹھا

[2] اسلامیہ سلاطین کشمیر کی حکومت کا دور دورہ ۱۳۲۷ء سے لیکر ۱۵۸۶ء سو سال تک

کہنے لگے۔ مذہبی تنازعات کے شعلے جوش سے بھڑک اُٹھے راجہ رینچن ہرچند کہ اپنے وزیر میرزا شمس الدین شاہ میر[1] کی مصاحبت کی بدولت اسلام کی مذہبی تعلیمات کا کم وبیش واقف ہوا تھا۔ لیکن چونکہ تمام باشندے غیر مذاہب کے معتقد تھے پولیٹیکل خیالات اس امر کے مانع ہوئے تھے کہ وہ کھلے طور دین اسلام قبول کرے۔ علمی دربار میں مروجہ مذاہب کی نسبت آگاہی رکھنے والے افراد کو بُلاکر تحقیقات کا طریقہ قائم کریا۔ گھر گھر کا نہایت آدمی کا جُدا جُدا سلیقہ دیکھکر متلاشی ہو گئے۔ آخر مجبور ہو کر ایک دن اہل آراء ارباب حل عقد کی ٹمناک منعقد کی ٹمناک میں بالاتفاق یہ قرارداد منظور ہوئی کہ علی الصباح جو شخص سب سے پہلے راجہ رینچن کے زیر نظر آئیگا خواہ وہ کسی مذہب کا مطیع ہو وہ اور اُسکے تمام توابع ولواحق اُس کا دین قبول کر لینگے۔ کل سویرے اُٹھتے ہی راجہ رینچن کے اپنے محل کا دریچہ کھلا کر دریائے بہت کے دوسرے کنارے پر شاہی محلات کے سامنے جندہ پوش سیلانی ایک فقیر کو دیکھا۔ جو کہ اپنے مذہب کے مطابق فجر کی نماز پڑھتا تھا۔

دید شخصی چو سرو برلب جوے ٭ طلعتش صبح وآفتابش روے ٭
خرقہ پوشیدہ ہمچو خوش حالان ٭ خوندہ قرآن چو بلبل نالان ٭

فقیر کو فوراً بُلا بھیجا حالات اور مذہب سے جو کچھ دریافت کرنا تھا کر دیا۔ فقیر بھی صوفیانہ بااثر لب لہجہ میں ہر ایک بات کا جواب

[1] میرزا شمس الدین شاہ میر کے خاندانی نسب نامے کی اسامیاں بقول ملا محمد قاسم فرشتہ پانڈو تک جا ملتے ہیں واللہ اعلم ۔

دیتا رہا۔ عالمگیر مذہب اسلام سنت اور حنفی مذہب
کی تعلیمات ہدایات سے بہترین صورت میں اہل دربار
کو آگاہ کیا۔ جندہ پوش فقیر کا نام شرف الدین سید عبدالرحمٰن
تھا۔ عرف عام میں آپ کو بلبل شاہ قلندر کہتے ہیں وطن
کے لحاظ سے آپ ترکستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور خاندانی
سیادت کے اختصاص سے مخصوص ممتاز تھے۔ شیخ الشیوخ
جناب شہاب الدین عمر سہروردی اور سید شاہ نعمت اللہ ولی
فارسی اپنے پیر و مرشد کی خدمتگزاری اپنی عمر کا بڑا سرمایہ سمجھا۔
بہرحال راجہ ریچن حقیقت حال سے آگاہ رہا۔ قلبی تحریک بھی
موجزن ہوئی۔ خالص توحید پرستی دین اسلام کی حقانیت
کو پیش نظر رکھکر کلمۃ التوحید کی تصدیق تسلیم کا اعلان کیا
بعدہٗ امراء وزراء اور وزیر الملک سری راون چندر بھی پرانی راہ و
رسم سے دست بردار ہو کر اسلام سے تعلق پا گئے۔
تقریباً دس ہزار آدمی بقول خواجہ محمد اعظم دیدہ مری "عامہ
خلایق فوج فوج بر دست حق پرست آن قدوۂ انام"
بیعت اسلام میں داخل ہوئے۔ ریچن شاہ کا اسلامی
نام ملک صدر الدین قرار پایا۔ جمعہ و جماعت کی اقامت
کے لئے

سے سری راون چندر راجپوت کی اولاد احفاد ایک خاص مدت تک صاحب کار امرا وزراء کے زمرے

خانقاہ بلبل[1] شاہ اور مسجد رینچن شاہ تعمیر کرائی۔ جس کے متصل ایک مسافر خانہ بھی بنوایا۔ مسافر خانہ کے ضروری مصارف کے لئے پرگنہ ناگام کی کل آمدنی وقف کی۔ سید بلبل شاہ کی وفات ۷۲۷ھ مطابق ۱۳۲۷ء کے بعد ملکی حالات میں کم و بیش تبدیلی واقع ہوئی۔ بے استقلالی کے زمانے نے ۱۷ سال تک اپنا سلیقہ دکھلایا۔ آخر میرزا شاہ میر کو جو کہ

[1] ۱۲۳۵ھ میں جبکہ متعصب سکھوں کے جابر حکام نے اسلامیہ مساجد پر حاکمانہ تصرف کر کے اہل اسلام کو اذان نماز اور شرایع الاسلام کے ادا کرنے سے حکماً و ظلماً ممانعت کی تو خانقاہ بلبل شاہ بھی ضبط کر رکھی جن میں غلات اجناس کا ذخیرہ رکھا۔ سکھا شاہی کے خاتمہ پر ڈوگرہ عملداری نے اپنی جبر بیت کا منہ دکھلایا گلاب سنگھ رنبیر سنگھ اور پرتاب سنگھ نے مسجد کو بدستور مقفل مسدود رکھتے ہوئے واگذاری کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ باوجود اسکے کہ اہل اسلام واگذاری کیلئے ازحد اصرار و استدعا کرتے تھے۔ آخر مہاراجہ ہری سنگھ صاحب بہادر موجودہ فرمانروای کشمیر کے عہد حکومت میں (۱۳۵۰ھ) جموں و کشمیر مسلم باشندے جبکہ غیر مسلم عمال کے جبر و استبداد سے آمادہ ہوتے ہوئے تو تلف شدہ حقوق مطالبات کی تحفظ اور تحریک حمیت کی جد و جہد میں بڑے تحریری تقریری صورت میں واویلا اور مظاہرے کرتے رہے حکومت کے سامنے متفقہ عرضداشت پیش کرنے کیلئے مجلس نمایندگان کی تشکیل عمل میں آئی جس میں گیارہ ممبر منتخب ہوئے۔ عرضداشت کی تحقیقات کی بابت ایک خاص کمیشن کا تقرر عمل میں آیا۔ کمیشن کا صدر مسٹر گلنسی ایک ماہر انگریز تھا۔ گلنسی کمیشن کی رپورٹ سفارش پر بعض ایک مساجد کے ساتھ خانقاہ بلبل شاہ بھی مہاراجہ بہادر نے واگذار کردیا۔

ملک صدر الدین رینچن شاہ کا وزیر ہوا تھا۔ اپنی ذاتی جبروت سے
کام لیکر سرزمین کشمیر کے تخت حکومت پہ بیٹھا۔ گو اسکی حکومت
قریباً ساڑھے تین سال رہی۔ لیکن اس نے ملک میں امن و امان
باضابطہ انتظام قایم کیا۔ سلطان جمشید۔ سلطان[1] علاء الدین
اور سلطان شہاب الدین یکے بعد دیگرے تخت نشین ہو کر
ایسے طریقے اختیار کر گئے۔ جو کہ انتظامی اصول کے استحکام
کے علاوہ اسلامی تعلیمات کی عام تبلیغ کے لئے با اثر تھے۔
مگر سلطان شہاب الدین کے بھائی سلطان قطب الدین
کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ باوجود مسلمان ہونے
کے روزمرہ کالی شوری مندر کے دیکھنے کے لئے جاتا تھا
علاوہ اسکے دو سگی بہنیں اُسکے عقد نکاح میں موجود
تھیں۔ جسکی وجہ بظاہر یہ تھی۔ کہ اسلامی احکام ابھی
پوری طرح اشاعت پذیر ذہن نشین نہیں ہوئے تھے*

سید علی ھمدانی ؒ:- خاندانی انتساب کے لحاظ سے سادات تین طبقوں میں منقسم
ہیں۔ ایک وہ طبقہ ہے۔ جو کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رض کی ذریات
سے ہے۔ دوسرے طبقے کا نسب نامہ حضرت امام حسین
شہید کربلا رض تک جا ملتا ہے۔ تیسرے طبقے کو اسوجہ
سے نجیب الطرفین کہتے ہیں کہ وہ حضرت امام حسن مجتبیٰ اور

[1] سلطان علاء الدین مشہور فرمانروای کشمیر کا مقبرہ متبرکہ ملک آنگن کی پرانی مسجد کے سامنے موجود تھا جو کہ اسوقت غیر مسلموں کے قبضہ میں آ یا ہے۔

امام حسین شہید رضا دونوں حضرات سے نسباً تعلق رکھتے
ہیں۔ حضرت سید علی ہمدانی کو جناب شاہ عبدالوہاب نوری نے
نجیب الطرفین کے امتیاز سے نامزد کیا ہے۔ حضرت امام
حسینؓ کی انیس پشتیں[1] گذر کر تقدس مآب یہ بزرگوار وجود
میں آیا جسکی ولادت کی تاریخ رحمت اللہ کے فقرے سے
نکالتے ہیں۔ خاص ہمدان میں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ پیدا
ہوکر علی ابن شہاب الدین کے نام سے پکارے جاتے تھے۔
مگر تھوڑے عرصہ گذر کر بانی مسلمانی علی ثانی امیر کبیر اور شاہ ہمدان
کے القاب و آداب سے عام شہرت پا گئے۔ مخدوم سید علاء
الدین ہمدانی شیخ شرف الدین محمود مزدقانی ابو البرکات تقی الدین

---

[1] دوایر الانساب مصنفہ ملا حیدر رشپلو اور اشجار الخلد میں سید علی ہمدانی
کا نسب نامہ یوں درج ہے۔ سید علی ہمدانی ابن سید شہاب الدین ابن سید
محمد ابن سید علی ابن سید یوسف ابن سید شرف الدین ابن سید محب
اللہ ابن سید محمد ثانی ابن سید جعفر ابن سید عبداللہ ابن سید محمد اول ابن سید
علی ابن سید حسن ابن سید حسین ابن سید جعفر الحجہ ابن سید عبداللہ زاہد ابن
سید حسین الاصغر ابن سید زین العابدین علی ابن سیدنا امام حسین شہید
کربلا رضہ۔ سید تاج الدین ہمدانی اور سید حسین سمنانی دونوں خدا رسیدہ بزرگ
جناب سید علی ہمدانی کے چچا زاد بھائی ہیں۔ سلطان شہاب الدین کے عہد حکومت میں
یہ دونوں بزرگ کشمیر میں آئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں کوشاں رہے ہے
مقدم الذکر سید تاج الدین نے محلات شاہی شہاب الدین پورہ میں سکونت اختیار
کی جہاں کہ بتاریخ ، رجب کر کے دفن کئے گئے۔ سید حسین سمنانی نے بمقام کولگام اپنے سکن

علی دوستی بلکہ ۳۴ اصحاب کی خدمت میں حاضر ہو کر خدا شناسی کے
منازل و مقامات طے کر گئے۔ روحانی فیوض و برکات کا کافی سرمایہ
حاصل کیا۔ اور خلافت کا خلعت زیب تن کر کے ارشاد کی مسند پر
متمکن رہے۔ عرب و عجم ہند و سندھ ماوراء النہر ترکستان
غرض اسلامیہ بلاد کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے قدرتی نظاروں
کا لطف اٹھایا۔ صحرا نوردی کا خاص مقصد جو تھا بڑی کامیابی
سے دستیاب کیا۔ علما اولیا سادات بزرگان دین کی صحبت کا
حظ اٹھایا۔ علاوہ اسکے جہاں جاتے وعظ و نصائح عام تبلیغ
اور اخلاق محمدیؐ سے کام لیکر لوگوں کو اسلام خالص توحید
پرستی عرفان کا راستہ دکھلایا۔ دو تین سال تک نہیں برابر
۲۲ سال کی طویل مدت تک سیر و سیاحت کی۔ سلطان شہاب الدین
شاہ میری مشہور فرمانروای کشمیر کی تخت نشینی ۷۶۱ھ مطابق
۱۳۶۰ء سے بارہ برس کا عرصہ گذرا تھا۔ بالفاظ دیگر جناب سید
بلبل شاہ قلندر کی وفات ۷۲۷ھ کے بعد ۴۷ سال گذرے
تھے۔ کہ ۷۷۴ھ میں آپ نے سرزمین کشمیر کو اپنی تشریف آوری
سے منور فرمایا۔ اسلام کی نشر و اشاعت کا کام کیا۔ سب سے
بڑا ظاہری محرک جس نے حضرت سید علی ہمدانی کو سرزمین ہذا کی

---

۱ اتفاقات حسنہ کی جو جذبات جناب سید علی ہمدانی کو ملے ہیں وہ بہت حد تک کافی ہیں۔
یہ بھی ایک بات ہے کہ ایک ہزار چار سو اولیا کی صحبت کا استفادہ اٹھایا اور روحانی تعلیمات
اور اوراد کے اجازات کے اخذ کا مزید حصہ لے لیا۔

طرف کھینچ لیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابوالمظفر حضرت امیر تیمور گورگانی صاحبقران ثانی نے فاتحانہ صورت میں خراسان عراق ہمدان سمرقند اسلامی بلاد پر باضابطہ قبضہ پایا۔ اور ملک اہل ملک کے بُرے اچھے کارنامے کا مشاہدہ کیا۔ جس کی بنا پر وہ کسی مدعی سیادت کے ناگفتہ بہ طرز عمل پر آشفتہ خاطر ہو کر تمام اعیان سیادت کے لئے اعلان کی صورت میں ارشاد صادر فرمایا۔ سادات کے اقوام میں ہل چل مچ گئی۔ اِدھر اُدھر دُور دُور علاقہ جات کے راستے لے گئے۔ کثرت سے کشمیر میں آئے۔ اور سید علی ہمدانی نے اپنے چچازاد بھائی سید تاج الدین ہمدانی کو سرزمین ہذا کے ملکی انتظامی حالات دریافت کرنے کے لئے مامور کیا۔ جو کہ سلطان شہاب الدین کی تخت نشینی کے دوسرے سال میں یہاں آیا۔ اور یہ دیکھا کہ سرزمین ہذا میں حضرت امیر تیمور گورگانی کی عملداری کا کوئی اثر موجود نہیں ہے۔ تو خود سید علی ہمدانی نے یہاں آکر سید تاج الدین کے محلات میں بمقام شہاب الدین پورہ چند عرصہ کے لئے توقف فرمایا۔ سید محمد خاوری نے آپ کی آمد کی تاریخ قطعہ ہذا سے نکالی ہے سے

میر سید علی شہ ہمدان ✣ سیر اقلیم سبعہ کردہ نکو ✣ شد مشرف ز مقدمش کشمیر ✣ اہل آن شد از و ہدایت جو ✣ سال تاریخ مقدم او را ✣ گفتم از مقدم شریف بجو ✣ پھر ۷۸۱ھ مطابق

قدم برنجہ سید لیک و ... ھ

[Right margin:] سید تاج الدین ہمدانی کا مقبرہ ... شہاب الدین پورہ ...

[Left margin:] ... سید ... سادات ...

سنہ ۷۸ ۱۳ء میں جبکہ سلطان قطب الدین تخت نشین تھا۔ دوسری
دفعہ آپ تشریف فرما ہوتے۔ تاریخ ہوئی ؎

شکر کز مقدم امیر کبیر ٭ باغ کشمیر ہمچو گل بشگفت ٭ ہاتف
غیب سال مقدم انصاف ٭ آمد اینجا علی ثانی گفت ٭ سنہ ۷۸۶ھ

مطابق سنہ ۸۳ ۱۳ء میں تیسری دفعہ بھی آپ نے سیر کشمیر کا
لطف اٹھایا۔ اور اپنی ذاتی مشاغل کو نکال کامیابی کے
ساتھ سنبھال کر تبلیغ کے طرز عمل کو شہر و دیہات میں
وسعت دیدیا۔ چنانچہ "خواندن اوراد فتحیہ را بہ رعایت
آداب بطریق دوام جہراً اجازت عام دادند"۔ ساتھ ساتھ
سادات، علما، عرفا کے افراد بھی خصوصاً و عموماً جو کہ آپ کے
ہمراہ یہاں آئے تھے۔ شہر کے ماسوا ہر ایک قصبہ پرگنہ
علاقہ اور ہر ایک دِہ میں سکونت رکھتے ہوتے باشندگان
ملک کے مذہبی حالات کی اصلاح کرتے رہے۔ دراصل
ہمارے اس خطہ میں تین دفعہ آپ پہنچ چکے ہیں۔ پہلی دفعہ
جبکہ آپ نے علاء الدین پورہ کی ایک پرانی مسجد میں توقف

ایک خاص عرصہ گذرا کہ علاء الدین پورہ ایک آباد علاقہ کی صورت دار الخلافہ کا
حکم رکھتا تھا۔ سلطان علاء الدین نے سنہ ۷۴۹ ہجری میں اپنے نام پر آباد کر کے
شاہی محلات کے فلک نما احاطے برپا کئے ہیں۔ بظاہر خانقاہ معلیٰ
سے لیکر جناب شاہ قاسم حقانی کی مشہور زیارتگاہ تک دریائے بہت کے کنارے

فرمایا۔ تو اطلاع پائی۔ کہ تھوڑے سے ہی فاصلے پر یہاں ایک قدیمی
بُت خانہ کی پرانی عمارت کھڑی ہے۔ بُت خانہ کی مجاورت تین
سو پوجاری کرتے ہیں۔ جنہوں نے یہ رسم قایم کی ہے کہ زائرین
کی کیا بات خاص و عام مسلم غیر مسلم شہر باشوں کے ہر ایک فرد
سے روٹیوں کی بھری ہوئی ایک ایک ٹوکری ایک ایک بھیڑ
اور شراب کا ایک ایک مٹکا مقرر کر کے روزمرہ بصورت ٹیکس
جبراً وصول کرتے ہیں۔ دینے میں دیر درنگی ہوئی تو حکماً بلکہ
ظلماً زیر اثر لاتے ہوئے جنیات کو دوڑ کے بھیجے جاتے ہیں۔
اور مالی جسمانی دکھ پہنچاتے ہیں۔ چیلے کئے جاتے ہیں۔ بیچارے
اہل کشمیر حد سے زائد مجبور مظلوم ہیں۔ تو ظالمانہ روش اٹھانے
کی استعداد نہیں رکھتے ہیں۔ جناب سید علی ہمدانی درد آمیز
یہ واقعہ سنتے ہی حد سے بڑھکر متاثر ہو گئے۔ بُت خانہ کے
سامنے پہنچ گئے پوجاریوں کا سرگروہ شاپور نام بھی بڑی
شد و مد سے پیش آیا۔ سرگروہ کا چہرہ دیکھا تو کیا تھا۔ کہ
تمام بدن ننگا تھا۔ شرمگاہ پر صرف پرانی پھٹی ہوئی لنگوٹی تھی
بھنگ پینے کی بری عادت نے ایسا لاغر کمزور کر دیا تھا۔ کہ
ہڈیاں پسلیاں گنتی میں آتی تھیں۔ مٹی۔ راکھ ملنے سے
کالی بدن نے نئی رنگت پیدا کر لی تھی۔ آنکھیں نہایت
ہی آتش نما سرخ تھیں۔ لوگوں کو اسکے ریاضات اور اسکے

حالات دیکھکر یقین ہوا تھا کہ وہ عالم غیب کے اسرار کا رد شناس ہوا ہے۔ بظاہر اسکی وجہ یہ تھی کہ سرزمین ہذا کے باشندے توہمات عجائبات پرستی کے قابو میں آتے تھے۔ اسلامی تعلیمات کی اشاعت کا ابھی پہلا مرحلہ تھا۔ خود پسندی کے خیالات کا سرمایہ راہب کے پاس جو کچھ موجود تھا پیش کر کے عجب قسم کا نظارہ دکھلایا۔ کہ عالم بالا آسمانی فضا کی سیر کا اظہار کرتا ہوا یہ کہا ؎ ہر نفس نزد حق مرا بار است ٭ ہر دمم جذب حق مددگار است ٭ ایکدم جست مار کر ہوا میں اڑنے لگا۔ آسمان کی فضا کا راستہ لے لیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کی نگاہ سے دور رہا۔ نئی بات تھی جس کو دیکھنے والے لوگ تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر حقیقت شناس افراد کے مطمئن دلوں میں ذرہ بھر بھی وحشت یا توہم کی جنبش پیدا نہیں ہوئی۔ جناب سید علی ہمدانی نے اپنے خاص خلیفہ سید کبیر بیہقی[1] کو اشارہ فرمایا۔ سید کبیر کی جوتی نے فوراً پیچھے دوڑ کے پرواز کیا راہب کو پکڑا۔ جوتی کے لگاتار مار مار کے طمطراق نے ایک عالم کو از حد حیرت میں ڈالدیا۔ تاکہ وہ سامنے پیش کیا۔

[1] محلہ سیدہ داری خانیار میں جہاں کہ خواجہ شاہ نیلہ نقشبندی کے تعمیرات محلات موجود ہیں۔ آپ سکونت رکھتے تھے۔ چنانچہ بعد انتقال اپنے دولتخانے کے صحن میں دفن کئے گئے ٭

غرض کہ اس قسم کے چند حالات ظہور پذیر ہوئے۔ جنکے
معاوضہ مناظرہ میں جوگی مطلقاً ناکام رہا۔ اور حضرت سید
کی صداقت شعاری کا اعتراف تمام حاضرین نے کیا۔ یہاں
تک کہ جوگی یہ سمجھ لیا کہ اسلام خالص توحید پرستی کے
حلقہ بگوش ہونے کا موقعہ آپہنچا۔ دیر در نگی کیا تھی کہ پُرانی
ملّت و مذہب سے بری ہو کر اسلامی تعلیمات ہدایات
کو تسلیم کر لیا۔ ماحول پوجاریوں سے کلمۃ التوحید اللہ اکبر
کی آواز فضا میں گونج اُٹھی۔ کالی شوری مندر کے پوجاری
بلکہ تمام پوجاریوں کا سرگردہ اور گردو نواح کے باشندے
جبکہ اسلام کی ہدایات کے ماتحت آگئے تو پُرانے زمانے
کی عبادت گاہ کا رنگ دوسری ہیئات میں آگیا۔ مندر کی
بجائے چار پہلو والے صفہ کا محدود احاطہ برپا ہوا۔ جہاں
کہ جناب نے ایک خاص مدت تک توقف فرمایا۔ نومسلم
افراد کی تعداد جو کہ سید علی ہمدانی کے روحانی توجہات کی
بدولت مسلمان ہوئے تھے۔ ۳۷ ہزار نفوس بیان کیجاتی
ہے۔ ریشی نامہ مصنفہ فاضل اجل ملا بہار الدین متو کے یہ
چند اشعار قابل دید ہیں ؎

اندران دم زمردم کفار ٭ شد ہدایت نبی و ہفت ہزار ٭
ظلمت کفر شد بنور بدل ٭ بسعادت رسید سعید ازل ٭ این

سعادت نزدانہ ازل تنویر + واسطہ درمیان امیر کبیر ﷫ ۶ ۸۶ھ میں آپ واپس ہمدان جاتے ہوئے پکھلی کے آس پاس ہزارہ کے حدود میں جس کو کنر[1] و سواد کہتے ہیں توقف فرما کر تپ کی علالت سے بیمار پڑے چھ دن تک علیل الطبع رہے۔ ۶ ماہ ذی الحجہ کو انتقال فرما گئے۔ انتقال کے وقت آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رحمت کا آیہ شریفہ پڑھا جو کہ حساب لگا کر آپ کی وفات کی تاریخ کا پتہ دیتا ہے۔ کشمیر، پکھلی، طالقان، ختلان وغیرہ بلاد کے احباب و اصحاب اسوقت حاضر تھے۔ ملک احمد ماگرے، لدی ماگرے، دیوی گنائی کشمیر کے باشندے یہ چاہتے تھے کہ نعش ہمارے سپرد ہو۔ جو جماعت آپ کے ہمراہ تھی وہ نعش اپنے ساتھ لیجانے پر مصر تھے۔ سلطان محمد والی پکھلی وغیرہ کی تمنا تھی کہ نعش پکھلی میں دفن ہو۔ ہر ایک فریق اپنے استدعا کو ترجیح دیتا رہا۔ یہاں تک حجت اختلاف اور تکرار کی حد تک نوبت پہنچی۔ جناب شیخ قوام الدین بدخشی نے جو کہ بقول خواجہ محمد اعظم دیدہ مری "از محرمان خاص و ملازمان با اختصاص بود" یہ فیصلہ کیا کہ جو فریق تابوت مبارک کو اٹھائے۔ وہ ان کا مزار جہاں کہ چاہے بنا سکتا ہے۔ گروہ

---

[1] موجودہ زمانے میں کنر کی بجائے بنیر ایک خاص قصبہ کی حیثیت سے بڑا علاقہ آباد ہے جسکی حدود ایکطرف سے سواد دوسری جانب باجور سے ملتے جلتے ہیں۔ غرض بنیر باجور اور سواد سرزمین علاقے پکھلی میں شامل ہیں۔

گردہ لوگ حاضر ہوئے۔ تابوت کے اُٹھانے کے لئے پوری جد و جہد کرتے رہے۔ مگر تابوت کو ذرہ بھر بھی جنبش نہیں ہوئی آخر شیخ قوام الدین بدخشی ہی نے تن تنہا پھول کے مانند اٹھا یا چنانچہ تابوت یہی جماعت اپنے ہمراہ لیگئی۔ چھ ماہ تک راستہ میں رہے دوسرے سال کے ماہ جمیدالثانی کی پانچویں تاریخ کو ختلان کے حدود میں بمقام کولاب پہنچکر سید شہاب الدین ہمدانی کے مزار میں آپ دفن کئے گئے +

میر محمدؐ ہمدانی :- سرزمین کشمیر کی غیر فانی ہستیوں میں جناب سید علی ہمدانی اور اُن کے خلف الصدق میر محمد ہمدانی کے نام مبارک مخصوص اور ممتاز قدر و حرمت کی حیثیت سے زیر نظر ہیں۔ حالانکہ دونوں حضرات کے انتقال سے پانچ سو برس کی طویل مدت گذر چکی ہے۔ جناب میر محمد ہمدانی ۷۷۴ھ میں پیدا ہوئے ہیں یعنی ۷۸۶ھ مطابق ۱۳۸۳ء میں جبکہ میر سید علی ہمدانی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ تو آپ کی عمر شریف ۱۲ سال سے زائد نہیں تھی۔ خواجہ اسحاق ختلانی شاہ شہیدان اور مولینا نورالدین بدخشی کی حضور میں آکر خدمتگذاری کے آداب کماحقہٗ بجا لاتے رہے۔ روحانی تعلیمات کا کامل حظ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ خلافت نامہ پایا۔ جو کہ والد ماجد نے انتقال کے وقت تحریر کرکے شاہ شہیدان کو حوالہ کیا تھا۔ بعدہ اپنے وطن سے نقل د

حرکت کرکے صحرا نوردی سیر و سیاحت کا لطف اٹھایا۔ خداشناس اصحاب و احباب کی تلاش کی۔ چنانچہ ۷۹۶ھ مطابق ۱۳۹۴ء میں سرزمین کشمیر کی راہ لے لی۔ اسوقت اُنکی عمر شریف ۲۲ سال سے زائد نہیں تھی۔ آپ کے ہمراہیوں کی تعداد جن میں سادات کی بھی ایک معقول تعداد تھی تین سو بیان کیجاتی ہے ؎

حسن تاریخ گفت تاریخ تشریف اد ؛ مبارک امیر کبیر آمدہ ؛ کا شعر لن

پیرا ہوا۔ اسکا مختصر فقرہ جناب شیخ العالم شیخ نورالدین ریشیؒ نے فرمایا وہ حساب لگا کر جناب میر کے ورود کی تاریخ کا پتہ دیتا ہے سلطان قطب الدین کے خلف الرشید سلطان سکندر بت شکن شاہ میری کے سوانحات حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو فقرا صوفیا کے ساتھ عقیدت و ارادتمندی وراثتاً ملی تھی۔ ارباب حقیقت اولیا علما کی خدمت میں حاضر ہونا اور اُن کی خدمتگزاری کے آداب کا بجالانا اس نے اپنی عمر عزیز کا خاص مشغلہ قرار دیا تھا۔ جناب میر محمد ہمدانی کی آمد آمد کی اطلاع پہنچی اپنے وزیر اعظم ملک سہیہ بٹ[1]

[1] سہیہ بٹ ہندوں کی اونچی ذات برہمن قوم میں پیدا ہوا ہے۔ اسکے آباو اجداد خاندانی افراد کشمیری الاصل مقتدر بارسوخ اشخاص تھے۔ سلطان سکندر نے سہیہ بٹ ہی کو منصب وزارت کے بڑے عہدے سے منتخب کیا۔ دران اثنا میر محمد ہمدانی کے حضور میں آکر اپنے پرانے اسلاف کی ملت سے مطلقاً بری ہوکر معہ خویش و اقارب کے اسلام کا مذہب قبول کرلیا۔ چنانچہ ملک سیف الدین بٹ اسلامی نام پایا یہاں تک کہ اپنی لڑکی بی بی بارعہ جناب میر محمد ہمدانی سے نکاحاً نامزد کی محلہ سیف الدین پورہ کے قریب جوار میں جہاں کہ

کو مامور کر کے سیرہ پورہ دیوہ سر کے مقام تک استقبال کی حیثیت
سے بھیجدیا۔ اور خود بھی وقتاً فوقتاً حاضر باش رہا۔ نورانی چہرہ دیکھا
باثر لطف اندوز کلام سُنا۔ تو نئی زندگی اور نئی نشوونما کا اثر پایا
پہلی ملاقات تھی کہ ارادتمندی کے حلقے میں منسلک ہو کر بیعت
کا ہاتھ دیدیا۔ باطن کا سکون وحضور پاکر نفس امارہ کو مغلوب
بنایا۔ اعتدال پسند حکومت کی نوعیت کو زیر نظر رکھکر
اہل دنیا کا حامی رہا۔ اہل دین کے حقوق کی پوری حفاظت
کی سے آفتاب مشرق عالم محمد رو نہفت ÷ در نقاب قرب حق زد
جام صہبائے بقا ÷ ہاتفی سال وصال او زاوج عرش زد ÷ قطب
عالم مطلع انوار حقانی ندا ÷ یہ ایک شعر ہے جو کہ میر محمد ہمدانی
کی وفات کی تاریخ کا حوالہ دیتا ہے۔ اپنے والد ماجد کے
مقبرہ میں آپ دفن کئے گئے ÷ سرینگر کشمیر کے علاوہ کولاب ختلان میں

پولٹیکل سیاسیات۔ اور حکومت
سلطان سکندرؒ کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ مسلمان ہونے
کی حیثیت سے سلطان سکندر کا صحیح مسلک یہ تھا۔ کہ اسلامیہ
ہدایات تعلیمات کی عام نشر و اشاعت میں تحقیقاً کوشاں رہا
سادات، علما، اولیا کے خاص خاص افراد کو جو کہ عملاً روحانی
فیوض و برکات کی تبلیغ میں سرگرم کارکن تھے۔ قدر منزلت
کی نگاہ سے دیکھکر شاہانہ الطاف مدد معاش جاگیرات کا کافی

وظیفہ دیدیا۔ علاوہ اسکے یہ راز بھی طشت از بام کھُل گیا۔ کہ غیر مسلم فساد پیشہ اقوام عموماً بُت خانوں میں جاکر عبادت کی بجائے مفسدانہ تحریکات کی تشویش تدابیر تجاویز سوچتے ہیں۔ بغاوت انگیز مشتبہ تحریکات کا استیصال کرنا اصولاً اور سیاستاً ہر ایک با رسوخ مدبر امن پسند بادشاہ کے ضروری فرایض میں شامل ہے۔ غرض وہ اسباب ظہور میں آئے ہیں جنہوں نے غیر مسلم اہل ہنود پنڈتوں کی مذہبی ترقیات کے تزلزل و تنزل میں مدد دی ہے۔ بُت خانوں کی رونق مٹ گئی۔ مفت خور پوجاریوں کی آزادانہ معیشت کے ذرایع مسدود و مفقود ہو گئے۔ ان باتوں نے بدھ مت شیوہ مت اور بُت خانوں میں نیا رنگ نیا انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ یہ ہے کہ کثیر التعداد برہمن کھتری ویش شودروں نے بُت پرستی کو ترک کرکے آغوش اسلام میں اپنے لیئے اطمینان قلبی حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ علاقہ کے علاقے دیہاتوں کے دیہات فوج در فوج دین اللہ داخل ہوئے۔ تو سابق مذہب کی عبادتگاہوں کو انہیں نو مسلموں نے اختیار کردہ مذہب یعنی اسلام کی عبادت کے لیئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ جن تعمیرات کو مندر کہکر قابل ادب خیال کرتے تھے اب اُن کا نام خانقاہ۔ مسجد۔ کہکر اُن کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ صرف تعمیر کی شکل و صورت میں بعض ضروری

تعمیرات کر کے قبلہ محراب وغیرہ بنائے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بُت خانوں کے انہدام وانعدام اور مندروں کی تباہی کے الزامات مسلم بادشاہوں خصوصاً سلطان سکندر کے ذات والاصفات پر عائد کرنا کوتاہ فہمی وہم پرستی کی علامت ہے درحقیقت جن لوگوں کے مندر تھے انہوں نے جبکہ مسلمان بنکر اپنے طریقہ عبادت بُت پرستی کو تبدیل کیا۔ تو جائے عبادت مندر کو بھی تبدیل کر کے مسجد بنا لیا۔ تاکہ پُرانی یہ جگہ غیر آباد نہیں رہی۔ اور خدا کی یاد کے لئے استعمال میں آگئی۔ مزید بران نو مسلموں پر نئی عبادت گاہ کی تعمیر کرنے کا بوجھ نہیں پڑا۔ اس قدر واضح بیان کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ غیر مسلم اہل ہنود کا یہ کہنا مطلقاً بلا دلیل اور بیجا ہے۔ کہ سلطان سکندر نے مورتیں توڑیں اور بُت توڑ ڈالے ہیں۔ بُت خانوں کو ظلماً وجبراً مسجد بنا لیا۔ اگرچہ متعصب پنڈت ہرگوپال کول خستہ نے اپنی غیر مصدقہ تاریخ میں شور مچایا کہ وہ بُت شکن تھا۔ ظالم تھا۔ مگر انصاف، تحقیقات اور حقیقت نویسی الگ چیز ہے۔ ساتھ ہی خانقاہ معلّی آنسی کی مشہور عمارت سلطان سکندر کی ایک ایسی بہترین یادگار رہی۔ جو کہ "ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما" کے مصداق پر بقائے نام کا کام دیتا ہے۔ دریائے بہت کے شرقی کنارے پر

جہاں پر کہ کالی شوری مندر کا احاطہ موجود تھا۔ بالفاظ دیگر جہاں کہ جناب سید علی ہمدانی ایک خاص مدت تک توقف پذیر ہوئے تھے یہ عمارت برپا ہوئی۔ جس نے خانقاہ معلی، خانقاہ سید شاہ ہمدان اور خانقاہ فیض پناہ کے نام سے عام اشتہار پایا۔ خانقاہ معلی کے ماسوا باغ بھون سید اینشہ براری باغ کرالہ پورہ۔ مساجد ہمدانی۔ خانقاہ ڈورہ شاہ آباد۔ خانقاہ وچی[1]۔ خانقاہ کبروی[2]۔ مسجد سوپورہ۔ جامع بارہ مولہ۔ خانقاہ پانپورہ۔ مسجد جامع سرینگر۔ خانقاہ ترال[3] وغیرہ یہ ساری عمارتیں سلطان سکندر شاہ

[1] موضع وچی پرگنہ شاہورہ میں جو مسجد موجود ہے وہ خانقاہ والا کے نام سے مشہور تھی سنہ ۸۱۰ھ میں یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ [2] سلطان سکندر نے اپنے پیر و مرشد میر محمد ہمدانی کے ارشاد پر موضع مٹن میں مچھ بون کے چشمے کے سامنے جہاں کہ جناب سید علی ہمدانی نے تشریف فرما کر ایک خاص مدت تک خیام قیام لگایا تھا اور ذاتی تجلیات روحانی روحانی فیوض و برکات کا سرمایہ حاصل کیا تھا۔ بڑی خانقاہ تعمیر کی۔ جسکو خانقاہ کبرویہ کہتے ہیں۔ اسوقت جو تعمیر کی تھی وہ دو منزلہ تھی موضع مٹن کا مالیہ خانقاہ اور خدام کے ضروری اخراجات کیلئے بطور جاگیر مقرر کر کے رکھا۔ خانقاہ کے آس پاس ایک بڑا باغ بھی بنوایا۔ خدام مسجد کے صحن اور باغ کو پھولوں درختوں بوٹوں سے اسقدر سجا کر رکھتے تھے کہ اس پر باغ ارم کا گمان ہوتا تھا۔ خاص خاص امرا و وزرا اور سلطان سکندر بھی ہمیشہ وہاں سیر و تفریح کیلئے جاتا تھا۔ چک خاندان بلکہ اکبر بادشاہ کے عہد حکومت تک خانقاہ اور باغ بھون دونوں مقامات اپنی ہیأت پر موجود و محفوظ تھے۔ آخر مغلیہ اولوالعزم بادشاہ کے زمانے میں خانقاہ کو کہیں تھوڑی سی تبدیلی واقع ہوئی کہ نواب آصف جاہ خان وزیر الملک نے کہیں شاہ جہان کے شاہی ارشاد کے مطابق خانقاہ کے پتھروں اینٹوں اور تختوں کا ذخیرہ اپنی جگہ سے اٹھا کر باغ بھون کے غربی احاطہ پر لگوایا جس کے علامات کشیر جیسے مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے زمانے تک موجود تھے +

[3] خانقاہ اعلام یتیمہ کی تاریخ سنہ ۰۰۰ھ میں بتاتے ہیں جو کہ قصبہ ترال میں واقع ہے۔

کی آباد کردہ مشہور یادگار ہیں۔ مسجد جامع کشمیر کی مسجد خاص یہ دو فقرے خانقاہ معلی اور مسجد جامع کلان کی تعمیر کی تاریخ آشکارا کر دیتے ہیں۔ کہ ۷۹۸ھ مطابق ۱۳۹۴ء میں خانقاہ معلیٰ پھر چار برس کا عرصہ گذر کر ۸۰۱ھ مطابق ۱۳۹۹ء میں مسجد جامع کی عظیم الشان عمارت برپا ہوئی۔ خانقاہ کے معنی معبد صوفیہ بالفاظ دیگر رباط بیان کرتے ہیں۔ جہاں کہ حقیقت شناس اصحاب سالکین جمع ہو کر خلفہ المشایخ کی صورت میں روحانی تعلیمات معارف لطایف کے تذکرے کرتے تھے۔

خانقاہ معلیٰ کی شاہی عمارت کو آباد بارونق بنانے کے لئے سلطان سکندر شاہ نے شاہانہ توجہات سے کام لیکر یہ سلیقہ اختیار کیا۔ کہ موضع وچی نونہ دنی موضع ترال تین دیہات کی آمدنی اسکے ضروری مصارف اخراجات کے لئے وقف کر کے مقرر رکھی ہے۔ پرگنہ شاہورہ میں موضع وچی پرگنہ مارہ تنڈ میں نونہ دنی اور پرگنہ اولر میں قصبہ ترال واقع ہے۔ ان تین دیہات کی آمدنی مجموعہ صورت میں ۲۱ ہزار خروار سے کم نہیں تھی۔ ساتھ ہی جناب میر محمد ہمدانی نے جبکہ یہ دیکھا کہ سلطان سکندر نے خانقاہ کی آبادی اور رونق کے لئے شاہانہ الطاف سے کام لے لیا۔ تو ایک ہیرا لعل بدخشانی آپ کو تبرکاً دیدیا۔ جس کو سلطان نے نہایت عقیدتمندی سے قبول کیا۔ یہ باتیں سلطان سکندر کے

نقل وثیقہ اور جناب میر محمد ہمدانی کے وقف نامہ کی عبارت سے بھی مل سکتی ہیں۔ ان دونوں کاغذات کے نقول فتحات کبرویہ سے اخذ کرکے پیش کیے جاتے ہیں۔

نقل وقف نامہ:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی وفق جمیع عبادہ الصالحین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین۔ اما بعد: فقیر الحقیر و النوانی محمد بن سید علی الہمدانی ہمی گوید۔ کہ چون حضرت والد بزرگوار ظلام زنگ کفر و شرک را بصیقل ہدایت وارشاد از دل سکان خطہ کشمیر زدودہ واین ملک را بجنت نظیر مناطب ساخت واہالی و موالی وارکان دولت واکابر و اصاغر این دیار را بشرف اسلام مشرف ساختہ باعانت و یاری پادشاہ سعادت آثار سلطان قطب الدین انار اللہ برہانہ در موضع علاء الدین پورہ رباط خود را و بران نمودہ طرح بنای خانقاہ معلی کردہ سلطان مذکور از راہ طویت و اخلاص ہر صبح و شام برای جماعت خمسہ اوقات واقامت جمعہ از محلہ قطب الدین پورہ در بقعہ شریف حاضر می بود۔ بمقدار سہ صد بست درعہ طولاً در میان مشرب و یکصد بیست درعہ عرضاً از حد دریاے بہت تا بازار برای فنا و وسعت خانقاہ معلی وقف کردہ شد۔ چنانچہ تا رسیدن این فقیر قلیل البضاعہ بے احاطہ دیوار بود۔ چون این فقیر با جمعی از سادات در بلدہ کشمیر در وقت حکومت

بادشاہ دین پناہ سلطان سکندر شاہ ابن سلطان قطب الدین
خلد اللہ ملکہ رسید حسب الخواہش والالتماس سلطان امارت نشان
بر صفحہ کہ والد بزرگوار حسب الفرمود وجد عالی مقدار بنا نمودہ بود ۔
خانقاہے قائم ساخت وبرای آن وقف خاص کردہ موضع وچی
از پرگنہ شاہورہ وقریہ نونہ ولی از پرگنہ مارتنڈ وقصبہ ترال از پرگنہ
اولر تامتمکنان ومجاوران خانقاہ محفوظ ومحظوظ شوند ۔ وہمہ بصلاح
ورع اقدام نمایند ۔ فقرا ومساکین صالح واتقیاء وعبد یقین
فالح از ثمرہ این شجرہ محمود باشند ومتردیان زاد براین بقعہ بحفوید
لی مع اللہ وقت موصول باشند تا بفراغ بال وحضور حال باوراد
وظائف حضرت والد بزرگوار مشتغل توانند بود ۔ و دراد منہ صالحہ
بادعیہ فاتحہ بادشاہان دین عہد مشغول توانستہ شد وبرین بقعہ
مذکورہ وبرین قریات مسطورہ متولی گردانیدہ شد ۔ برادر ارشد
امجد اشرف مولینا محمد سعید اطال اللہ عمرہ تا درین بقعہ متصرف
باشد وبراحوال واعمال ساکنان ومسافران باخبر باشد وبزرگان
را خادم وکہتران را برادر ویتیمان را پدر باشد ونفع جمیع دیہات را
ناظر وحافظ وناصر ومتفحص باشد ۔ واوراد وظائف را بجا آوردہ باشد
وباوجود استعداد فرصت طلب مراد را باز نماند وزمام اہتمام ایدیست
نضار لطیف امور فانیہ ملکدرہ متعفن دنیویہ ندہد تا از زمرۂ مردودان
منکوس ومطرودان منحوس نگردد کہ ہر دو ب را مطلوب پنداشتہ

ومطلوب را بهر وجه انگاشته حق را بمستحق مصروف نداشته باشد
وازوظیفات مذکورین هر سال موازی یکهزار وبست هزوار شالی
وده هزار جیتل بوجه خرچ خود بگیرد وباقی آنکه نوشته شده است
در طومار وفرمان سلاطین آن جزویات عمل کند ودر صلاح وقرار
متمکنان خانقاه نیک مشغول باشد تا اگر اندر وپشی نعوذ بالله منها ذلتی
وتقصیرے واقع شود آن را یکبار یا دو بار عفو کند واگر سیوم کرت
آنچنان بیند اورا از جر ومنع کند بلکه اورا از خانقاه اخراج کند
وطعام دو وقتیه هر روزے برای فقرائے جوار وساکنان خانقاه
مهیت دارد ودر میان خواجه وگدا وامیر ووزیر صغیر وکبیر خورد و
بزرگ تسویه رعایت کند نه آنکه در پیش بزرگان اکثر والطف
طعام گذارد ونزد خوردان اقل واسک طعام بدهد۔ ونیز برهنگان را
بپوشاند وگرسنگان را سیر گرداند تا عند الله ماخوذ نباشد واند
برای نمک مطبخ خانقاه دو صید مزد نوائی وقف کرده تا آن نیز
در تصرف مولینا باشد وتفحص وتفویض باشد ملک دیوی
گنائی را ناظر احوال ومشرف افعال واقوال مولینا محمد سعید گردانیدیم
تا در جزیات امور اوقاف حاضر وناظر باشد تا اگر تیره روزگاری
از نعمائے حرص وحسد زین اوقاف طمع کند زور ودر زیادتی درانه
کند خدمت ملک دیوی اورا ازان کار باز دارد واگر مولینا محمد سعید
حق بمستحق نرساند واهمال ازو در نصیحت کند خدا گواه ملاء تا او

ازان اہمال منزجر گردد انتہی ٭

نقل وثیقہ سلطان :- بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁ قولہ تعالیٰ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق

چون دنیا منزل غرور است و قنطرہ عبور ۔ ہیچ یک از سلاطین و ملوک دروی مقیم نبودہ ونخواہد بود و بواسطہ روزی چند کہ مہلت عمر است تصرف در حق اللہ باید کرد تا در آخرت خدای تعالیٰ عزوجل خصم جان ومدعی آنکس نباشد ودر یوم لا ینفع مال ولا بنون ماخوذ و مسئول نگردد و از شر آفت خسر الدنیا والآخرہ مصون و مامون باشد۔ و جمع نمودن ملوک صوری نہ برای مفاخرت و مفاجرت است بلکہ خزینہ بیت المال لقمہ مساکین است پس از توقیع تذکرہ سندے بگیرد و بافسون و افسانہ دنیای مکدرہ فریفتہ و مغرور نشوند خاصۃً سلاطین وحکام کہ بیشتر عقبات قیامت مرایشانرا قطع باید کرد واین آسان نمی شود مگر بصدقات وخیرات وبسر دردلہای ذوالحاجات کما ورد من ولی امرا من امور المسلمین ثم اغلق بابہ دون الضعیف وذی الحاجۃ اغلق اللہ دونہ باب رحمتہ عند حاجتہ ٭
بنابران کمترین خادم سادات کرام و مشایخ عظام سکندر شاہ بن ناصر الاسلام المشہور بہ شاہ قطب الدین بن اعظم خسروان زمین المعروف بہ شاہ علاء الدین ابن حافظ شرع مبین الملقب بشاہ شمس الدین غفر اللہ ذنوبہم وستر عیوبہم سنہ ۳ ؁ بہ از خزانت کشمیر

مثل وچی از پرگنه شاهوره دیونه وتی از پرگنه مارتنڈ و ترال از
پرگنه اولر وقف خانقاه جناب سیادت وقدوه اهل هدایت یونه
نبوت منبع علم ومعرفت بانی مسلمانی حضرت امیر کبیر میر سید علی
همدانی قدس الله سره الاقدس بمعه قطعه اراضی که آن خانقاه
معلی مبنی بران است وزمینی که در حوالی آن برای عبادات
سجدات عباد الصالحین از مالکان خریده حاصل نموده بمبدل یک
لعل بدخشانی که جناب ولایت پناه هدایت دستگاه مهر سپهر
سیادت ماه اوج سعادت نور حدیقه نبوی واسطه فیوض مصطفوی
امیر سید محمد بن علی الهمدانی باین خادم برای خرج مهام دنیوی و
لشکرکشی برای کفره فجره تبرکا عنایت فرموده واین بسته
قریه مذکوره وآن اراضی مسطوره برای معبد خاص وعام وقف
کرد- واین خادم شرع آن را مسلم ومفوض داشته هیچ یک
از سلاطین وعمال مستقبل را نشاید که درین موقوفات مذکوره
دست تطاول وتعدی دراز کنند- چون عظیم از حقوق اسلام
خاصة درین دیار بیمن قدوم این دو سید تا مدار شرع مصطفوی
رسوخ یافته واکثر سادات وعلما وزهاد وعباد همراه ایشان درین
خطه رسیده وزنگ کفر وضلالت دور شد پس هر که دیده ودانسته
درین وقف خیانت کند حشره الله یوم القیمة اعمی والتماس این
ملتمس از مردمان آن معبد خاص آنکه با نفاس قدسیه بعد

فراغ عبادت مدعای بقاء ایمان این خادم شرع و آباو اجداد بکوشند تتمہ بہ بقاے دوام دولت و ملکت بادشاہی وہدایت اہل اسلام سید انام علیہ افضل الصلاۃ والسلام داد لاد و اصمد قاد و اقارب این محب علمار یاد آوردہ باشند۔ حررہ فی تاریخ سابع عشر من شہر ربیع الاول سنہ سبع وتسعین وسبعمائہ ۷۹۷ھ - السلطان سکندر شاہ ۔

وقف نامہ اور شاہی وثیقہ کی نقل کی بنا پر ناظرین کے سامنے ہم یہ باتیں رکھتے ہیں کہ خانقاہ معلی کے گرد اگرد صحن کے چاروں طرف سے کھلی زمینات کے طول و عرض کی پیمایش دریافت ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک شرب سے لیکر دوسرے شرب تک جنوب و شمال کے اطراف ۳۲۰ درعہ یعنی ۹۶۰ فٹ لمبے ہیں۔ چوڑائی بھی لمبائی سے کم نہیں ہے لمبی چوڑی یہ زمین فنا سے مسجد کا کام دیتی تھی عام لوگوں کے بکثرت اجتماع اور گدھے خچر گھوڑوں کی کثرت ازدہام کا لحاظ مدنظر رکھکر مشرق کے حدود وقفیہ زمین کی حیثیت سے ۳۲۰ درعہ طولاً اور ۱۱۰ درعہ عرضاً کھلے رکھے گئے ہیں۔ و نیز ملا محمد سعید متولی کے ماتحت خانقاہ معلی کے خدام صحیح اصول پر چلتے ہوئے اپنے مفوضہ خدمات بجالاتے تھے۔ وقفیہ ضروریات کی حفاظت میں کوشاں تھے ۔

کشمیری الاصل گنائی[1] خاندان کے جد اعلیٰ ملک یوسی گنائی بھی نگرانی کرتا تھا۔ اور ملا محمد سعید کے مفوضہ خدمات کو بخوبی پڑتال کر کے ان باتوں کے لئے باز خواست کرنے کا حق رکھتا تھا جو کہ فرو گذاشت کی صورت میں ظاہر ہوتی تھیں۔ جاگیرات کی آمدنی کے جائز مصارف میں وہ لوگ بھی شامل سمجھے گئے جو کہ خانقاہ معلی میں توقف فرما کر روحانی تعلیمات کے مشاغل افکار و اذکار کے مراسم انجام دیتے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی طے ہوا ہے کہ مفوضہ خدمات اور مشاغل میں پہلو تہی غفلت شعاری سے کام لیتے ہوئے غیر مستحق مفت خوروں کے روزمرہ وظایف گذارہ معاش کا قافیہ تنگ اور مسدود کیا گیا۔ طعام دو وقتیہ سے بیکر گرسنگاں را سیر گرداند تک خوشنما یہ فقرے مہمان نوازی خاطر تواضع کا سلیقہ سکھلاتے ہیں اور اسلامی مساوات ہمدردی غربا نوازی کا بہترین اصول پیش کر کے خواجہ گدا صغیر و کبیر امیر و وزیر کو کسی قسم کی تفاوت کے بغیر ایک ہی

---

[1] گنائی قوم کے لوگ کشمیری پنڈتوں کی اونچی ذات برہمن سے نسبتاً تعلق رکھتے ہیں۔ جبکہ یہ طبقہ دین اسلام کے ماتحت آگیا۔ تو گنائی کے شاہی لقب سے امتیاز پا گیا چنانچہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری لکھتے ہیں کہ گنائی در عرف آں وقت نویسندہ را می گفتند ازیں معنی گرفتہ تا بہ شواری ہمیں لقب بود۔ یہ سطور بابا عثمان اوچپ گنائی کے حالات میں درج ہیں جو کہ حضرت شیخ نور الدین ریشی اور شیخ بہاء الدین گنج بخش کے نظر یافتہ تھے اور بڈشاہ کے مزار میں مدفون ہیں۔

درجہ پر لاتے ہیں۔ خدام وغیر خدام دور نزدیک کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ خدام کے مفصل اسامی وار کے ذکر سے یہ دونوں کا غذات مطلقاً خاموش ہیں بلکہ خدام وخدمات کے تفصلات کا ذکر تو درکنار موجودہ تبرکات کا تذکرہ تک بھی اس میں نہیں ہے۔ خاموشی اور عدم تذکرہ کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے واللہ اعلم بحقایق الامور۔ یہ نکتہ بھی فتحات کبرویہ سے ملتا ہے کہ جناب میر محمد ہمدانی نے اپنے خاص مرید سید حکیم علمدار کو ایک خاص خدمت سپرد کی تھی۔ یعنی خدمت مؤذنی خانقاہ معلی بوی مفوض بمنود۔ قوم سادات ہی کو ایک خاص مدت تک یہ شرف حاصل تھا کہ خانقاہ معلی کی امامت مؤذنی کے لئے منتخب کئے جاتے تھے۔

تعمیر ۸۸۵ھ — ۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۰ء مطابق ۱۵۳۷ بکرمی میں جبکہ سلطان زین العابدین بڈشاہ کے پوتے سلطان[1] حسن شاہ کو جو کہ اپنے آباواجداد کے شریفانہ اوضاع واخلاق سے باہر آکر بڑے آدمیوں کی صحبت سے متاثر ہوا۔ حکومت کشمیر سے تعلق پیدا ہوا تھا۔ دو دفعہ تباہ کن

[1] سلطان حیدر شاہ کے بیٹے سلطان حسن شاہ نے جو کہ سید حسن خان بیہقی کا داماد تھا ۸۷۶ء میں تخت حکومت جلوس فرمایا ۱۲ سال تک حکومت کی۔ ۸۹۲ھ میں انتقال کیا۔

آتشزدگی ظہور میں آئی۔ پہلی دفعہ علاء الدین پورہ ملک آنگن سے لیکر نیہ کدل کے بازار تک ایک بڑا طوفان برپا کردیا بے شمار لوگ گھربار سے ہاتھ دھو کر بیٹھے خانقاہ معلی کی عمارت بھی جل گئی۔ سلطان حسن شاہ نے شاہانہ خیال سے کام لیکر ہمت کی کمر چست باندھ لی خانقاہ معلی کو پھر بدستور سابقہ تعمیر کروایا علاوہ اسکے آتشزدگی کی صدمات سے بچاؤ کیلئے یہ کام کیا کہ خانقاہ معلی کے گرداگرد و زمینات کے بڑے احاطے کو جس کو حوالی موالی لوگوں نے قبضہ کرکے لیا تھا کافی عوضانہ دیکر خرید کر لیا تاکہ یہ ساری رقبہ جات و قبضہ ملحقات کی حیثیت سے صحن کے ساتھ شامل کئے گئے۔ میر محمد علی بخاری بڈشاہی قاضی القضات کے بڑے خاندان میں قاضی ابراہیم کے والد ماجد قاضی حمید الدین کو خانقاہ معلی کی تولیت و امامت کا عہدہ تفویض کیا

لہ سلطان بڈشاہ کے زمانے میں یہ شخص بخارا شریف سے نکلکر کشمیر میں آیا اور سکونت اختیار کی قضایائے کشمیر کا بڑا عہدہ حاصل کیا۔ شاہانہ جاگیرات کی امداد پائی۔ قاضی میر موسیٰ شہید میر نازک نیازی قادری قاضی میر ابراہیم وغیرہ قاضی میر محمد علی بخاری سے نسبتاً تعلق رکھتے ہیں۔ گلزار خلیل مصنفہ خواجہ حسن شاہ شعری میں آپ کے خاندانی حالات مفصلاً مذکور ہیں۔ سلطان بڈشاہ کے شاہی مزار یعنی باندظمی کوچہ کے سامنے آپ بلکہ آپ کے خاندانی افراد کے قبور موجود ہیں۔

علاء الدین پورہ کے حادثہ آتش کے بعد جامع مسجد کلاں بھی دوسری دفعہ واقعہ آتش سے جل گئی۔ وہ بھی سلطان حسن شاہ کی جد و جہد کی بدولت سر نو آباد ہوئی۔ مسجد اسس علی التقوی کے آیہ کریمہ سے دونوں مسجدوں کی جدید تعمیر کی تاریخ نکالتے ہیں۔

تعمیر سنہ ۸۹۲ھ :- مسلم باشندگان کشمیر عموماً و خصوصاً سلطان حسن شاہ کے عہد حکومت تک مذہبی لحاظ سے ایک ہی رویہ پر یعنی حنفیہ سنی مذہب کے اصول فروع پر چلتے تھے۔ اثنا عشری امامیہ مذہب کا نام و نشان تک موجود نہیں تھا۔ ایک نئے مذہب نے وجود پایا۔ جس کی وجہ یوں بیان کی جاتی ہے۔ کہ میر شمس الدین[1] عراقی شیعہ مذہب کے ایک مبلغ نے اپنے وطن خراسان سے مفارقت اختیار کر کے سرزمین ہذا میں ایک مدت تک بود و باش رہائش کی۔ خواجہ اسحاق ختلانی کے ایک خاص خلیفہ جناب سید محمد نور بخش باشندہ عراق جیسے تقدس مآب خدا رسیدہ بزرگ سے بظاہر غیر واقع صورت میں ارادتمندی کا واسطہ ظاہر کر کے امامیہ اثنا عشری اپنے ذاتی مذہب کو پردے میں ڈالدیا جس کی بنا پر عوام الناس

[1] میر شمس الدین عراقی کی سیادت کے بارے میں اہل تشیع امامیہ اکثر افراد نمایاں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض کا قول یہ ہے۔ کہ وہ موسوی سادات سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر سیادت السیادہ کے مشہور مصنف نے قطعاً انکار کر دیا ہے۔ واللہ اعلم :

لوگوں کے سامنے تبلیغ کی ہے جو کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق ہی پھر سید علی ہمدانی نے باوجود

کی کیا بات خاص خاص مشاہیر کشمیر اہل دربار بھی مثلاً غازی خان چک کاچی چک ملک موسیٰ رینہ بابا علی نجار وغیرہ اسکے اثر میں آگئے محلہ جڈیبل میں خوشحال سر کے کنارے پر ایک مسجد بنوائی جو کہ خانقاہ شیخ کے نام سے مشہور ہوئی۔ خانقاہ معلی کے مقابلہ میں خانقاہ شیخ کو بظاہر کوئی عروج و فروغ نہیں تھا۔ حالانکہ درباری لوگوں کے بڑے بڑے افراد اُس کی رونق آبادی کے ازحد خواہشمند تھے۔ بالاتفاق انہوں نے مشورہ کرکے متعصبانہ چال چلاتے ہوئے سلطان حسن شاہ کے بیٹے سلطان محمد شاہ فرمانروائے کشمیر کی کانوں تک یہ بنی بنائی بات پہنچائی۔ کہ خانقاہ معلی کی عمارت کی حالت چونکہ خراب و خستہ ہوئی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ دوطبقہ سرنو تعمیر کیجائے سلطان محمد شاہ کو اصل بات کے راز و رموز کا کوئی علم نہیں تھا۔ دراصل غرض و غایت یہ تھی کہ ٹال مٹول کرکے جدید تعمیر کا موقعہ نہیں دیا جائیگا۔ اور میر شمس الدین کی خانقاہ جڈیبل بڑے رونق پر ہے یہ تحریک اس قدر کارگر ثابت ہوئی کہ خانقاہ معلی کی عمارت کا جڑھ سے اکھاڑ کر سارا مصالحہ گرا دیا۔ دو سال سے زائد مدت تک کسی قسم کی عمارت چار دیواری قائم نہیں ہوئی صرف سنگ بست صفہ موجود تھا۔ اہل التشیع اثنا عشریوں کی تشدد آمیز غالب سلوکی کا اس قدر عروج بڑھ گیا کہ ماتحت سنی رعایا کو

چون و چرا کہنے کی مجال نہیں تھی۔ لوگوں کی نگاہیں اِدھر اُدھر متلاشی منتظر تھیں۔ کہ کب اور کس شخص کے ذریعہ سے یہ عمارت سر نو قائم ہوسکتی ہے۔ اتفاقاً ایک عورت نے یہ خدمت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جو لوگ کشمیری صالحات[1] کی کتاب کے مطالعہ سے محظوظ ہوئے ہیں وہ آسانی یاد کرسکتے ہیں۔ کہ بی بی صالحہ حاجی اس زمانے میں جبکہ سلطان محمد شاہ اور سلطان فتحشاہ کی خانہ جنگی نفاق پسندی نے خطہ ہذا کے انتظامی معاملات میں بڑا انقلاب پیدا کردیا تھا۔ ایک پاکیزہ عورت موجود تھی جو کہ کاجی چک مدار المہام کی سگی بہن تھی۔ اور سلطان محمد شاہ کے عقد نکاح میں آتی تھی۔ ساتھ ہی ایسے خاص تعلقات کے باوجود دنیاوی شان و شوکت کی جستجو اور جاہ طلبی سے مطلقاً کنارہ کش اور بے تعلق رہی۔ چونکہ رہ شیخ المشائخ

[1] سات سال کا عرصہ گذرا کہ کشمیری صالحات ایک بڑی کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ جس میں بی بی للہ عارفہ سدرہ حاجی بہت بی بی دست بی بی اسنگہ بی بی گنگہ بی بی حورہ بیگم بی بی بارعہ بی بی تاج خاتون سلا بی بی لچہ خاتون بی بی مریم سیرہ بی بی۔ بی بی صالحہ حاجی۔ غرض اس قسم کی ایک سو سے زائد عورتوں کے حالات مقامات اور مقالات نہایت تفصیل سے درج کئے گئے ہیں یہ بھی راقم الحروف مولف کتاب ہذا کی تصنیف کردہ ہے۔

بابا اسماعیل زاہد کے حضور میں وقتاً فوقتاً حاضر رہنا اور روحانی فیوض و برکات کا حاصل کرنا اپنی زندگی کا خاص مقصد سمجھتی تھی بہرحال بی بی صالحہ ماجی جبکہ میر شمس الدین ملک موسی رینہ ملک کاجی چک وغیرہ کی خفیہ سازشوں سے واقف ہوئی تو اُس نے اسلامی جوش کا اظہار کرتے ہوئے یہ کام کیا۔ کہ اپنی ذاتی مملوکہ جایداد زیورات کو فروخت کر کے ایک بڑی رقم جمع کی جس کی مقدار تین ہزار روپیہ اور ۶۰ ہزار ٹنکہ بیان کی جاتی ہے۔ یہ رقم صرف کر کے خانقاہ معلی کی جدید تعمیر کا احاطہ بنوایا مزید براں نیک نیت یہ عورت اپنا قدم آگے بڑھانے میں اس قدر کامیاب ہوئی۔ کہ یہ عبادت گاہ اسوقت تک ایک منزلہ کی صورت میں قائم تھی۔ اب ایک طبقہ کی بجائے دو طبقہ اور پوری سجاوٹ کی حیثیت سے تعمیر کی گئی۔ تین سال تک جدید تعمیر کا سلسلہ لگاتار جاری رہا۔ پھر عام و خاص کاریگروں کو خلعتیں انعامات دئیے گئے۔ چنانچہ علاقہ زینہ گیر کے پٹو سرزمین کشمیر میں ملایمت خوبصورتی اور مضبوطی کی حیثیت سے بہترین لباس تصور کیا جاتا تھا۔ تحفہ جات ارمغان کے طریقہ پر بھی استعمال کرتے تھے۔ تو ایک ہزار دو سو اس قسم کے کپڑے منگوا کر خانقاہ معلی کے نجاروں گلکاروں کو انعام دئیے گئے۔ عام مزدوروں کو پانچہزار کلاہ پوش ٹوپیاں

زیب سر کی گئیں۔ بلکہ شہر و دیہات کے بڑے مشہور آدمیوں کے لئے جو کہ تعداد میں دس ہزار نفوس تھے اعلیٰ قسم کی مکلف ضیافت مہیا کرائی۔ جناب سید تاج الدین ہمدانی کے مشہور خاندان میں سے سید محمد متولی ابن سید علی[1] جو کہ امامیہ مذہب کے تعلق سے مطلقاً بری الذمہ رہا تھا۔ خانقاہ کی تولیت کے لئے انتخاب میں آگیا۔ بی بی صالحہ ماجی نے ایک وقف نامہ لکھوایا جس پر کہ سلطان محمد شاہ کی تصدیق کی مہر ثبت کرائی اور سید محمد متولی کو حوالہ کر دیا۔ من دخلہ کان آمنا کا آیہ شریفہ جدید تعمیر کی تاریخ کا مادہ مطابق آیا۔

واقعات ۹۷۱ھ! شاہ میری خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ تو چک خاندان کے افراد اپنی شاہانہ خود پسندی کے دنگلے بجا لاتے رہے۔ حسین خان چک نے ۹۷۱ھ میں تخت حکومت پر بیٹھ کر مذہبی تعصبات سے

[1] چک خاندان کے عہد حکومت میں سید علی جو کہ خانقاہ معلی کے بقعہ عالیہ کے بالاستقلال متولی ہوتے اور تاریخ کشمیر کی بڑی کتاب کے مصنف ہونے کے لحاظ سے بہت مشہور رہیں۔ جناب سید تاج الدین ہمدانی کی بچند واسطہ ذریت سے ہیں۔ سید علی متولی کے چچازاد بھائی کا نام سید میاں میر تھا ابنہ سید محمد ابنہ سید خلیل ابنہ سید حاجی محمد ابنہ سید ابراہیم۔ سید ابراہیم نے نقل مکان کر کے موضع تہید میں سکونت اختیار کی اور اپنے پیر و مرشد شمس الدین کاک باشندہ موضع تہید کی خدمتگذاری کا فریضہ بخوبی ادا کیا۔

کام لیکر خانقاہ معلی کے وقفیہ جاگیرات زمینات کی بندش کا حکم نافذ کیا۔ سید علی خانقاہی اور سید محمد متولی بندش کا حکم سُنتے ہی مجبور ہو گئے۔ واویلا شور و غوغا کرتے رہے۔ چنانچہ بارسوخ اہل الرائے چند آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا یا۔ ابوالمظفر جلال الدین محمد اکبر شہنشاہ ہند کے حضور میں جانے اور جاگیرات کی بندش کا عریضہ پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حسین خان چک کو اطلاع ہوئی تو اکبر بادشاہ کے رعب داب سے ڈرتے ہوئے وقفیہ جاگیرات کی واگذاری کا بدستور قدیم حکم صادر فرمایا۔

عالمگیر شاہی اصلاحات:۔ ابو المظفر اورنگ زیب عالمگیر شاہ ہندوستان اور کشمیر کی حکومت کا مالک ہو کر اپنی مستقل معتدل عملداری کے فرائض ادا کرتے رہے۔ چنانچہ ۱۰۷۵ھ میں سرزمین ہذا کی سیر و سیاحت کا لطف اٹھا کر جاگیرداروں کے مقررہ جاگیرات وقفیہ زمینات خصوصاً شش بقعہ جات اور خانقاہ معلی کی سرکاری آمدنیات کے بارے میں غیر مطمئن جو کارنامے پیش آتے تھے۔ اُن کی نسبت غور پرداخت اور اصلاح کرتا رہا۔ نگرانی غور پرداخت کا اثر یہ تھا کہ[۱۴] خانقاہ معلی کے جاگیرات کی آمدنی کا نصف حصہ ضبط کر لیا۔ اور شش بقعہ جات کے ضروری مصارف کے لئے سالیانہ نو ہزار روپیہ کی رقم مقرر کی۔ نو ہزار ہی بھی جلبنی صورت

[۱۴] نواب سیف خان ناظم کشمیر کے صواب دید کی بنا پر۔

ہیں نہیں نقدی رقم سرکاری خزانہ سے ادا کی جاتی تھی۔ جو
کہ خالصہ سکھوں کے عہد حکومت تک جاری تھی۔

نعمبر ۴۶ ۱۱ھ :- اکبر جلال الدین کے مغلیہ خاندان کے چوتھے
بادشاہ ناصر الدین محمد شاہ رنگیلے کے عہد
حکومت میں جبکہ نواب ابو البرکات خان سرزمین ہذا کی نظامت
کا قابض تھا تو بتاریخ ۱۰ ماہ رجب بروز پنجشنبہ بوقت ۱ ½ ابجے
روز آتشزدگی کے تباہ کن واقعہ نے جو کہ ظاہری اسباب
کے نمودار ہونے کے بغیر رونما ہوا تھا۔ خانقاہ معلی کی بڑی
عمارت کو نابود کی۔ ۱۲ بجے روز تک آگ کے شعلے بھڑک
اٹھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہاں کے خدام چند تبرکات کے نکالنے
کی فکر میں پڑے کہ خانقاہ کا احاطہ شعلہ مارنے والی آگ کا
ایک بقعۂ نار نظر آیا۔ آتشزدگی کے واقعہ کی تاریخ آتش تجلی کا
فقرہ کہتے ہیں۔ ایک برس گذر کر نواب ابو البرکات خان
ناظم کشمیر نے ہمت و توجہ سے کام لیتے ہوئے بطرز قدیم
خانقاہ کی عمارت برپا کی نقش و نگار سے کام لے لیا۔ علاوہ
اسکے چوبی چار موٹے ستون بھی خانقاہ کے وسط میں کھڑے
کردئے ہیں۔ بلکہ اردگرد احاطے میں جو محفوظ اور مضبوط حجرے
کوٹھریاں موجود ہیں۔ وہ بھی ابو البرکات خان کے زمانہ
کے یادگار ہیں۔ لکڑی کے یہ ستون یہ کوٹھڑیاں بلحاظ

خوبی و خوبصورتی نادرات زمانہ سے ہیں۔ پتھر اینٹیں یا چونہ وغیرہ
استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے ۱۱۴۶ھ
یہ عمارت بنی بنائی ہوئی ہے۔ جدید تعمیر کی تاریخ کعبۃ البرکات
کا فقرہ نظر سے گذرا ہے۔ آجکل کے زمانے میں خانقاہ معلی کی
جو عمارت کھڑی نظر آتی ہے۔ وہ نواب ابوالبرکات خان کی تعمیر کردہ
یادگار ہے۔ راقم مولف کے خاندانی قدیمی کتب خانے میں
نہایت پرانے کاغذات سرکاری پٹہ جات بکثرت موجود ہیں۔
جن میں تیمور شاہ درانی کا بنام جمعہ خان ناظم کشمیر لکھا ہوا ایک
پٹہ نظر سے گذرا ہے۔ یہ پٹہ نو ہزاری کی رقم کی تفصیل کا پتہ
دیتا ہے۔ تفصیل کی مدات کے ماتحت دو ہزار روپیہ کی سالیانہ
مقرری خانقاہ معلی کے نام پر مقرر ہوئی تھی۔ جو کہ میرزا بابا
متولی کے ذریعہ ایک ہزار سات سو روپیہ شریف بابا میر کبیر
اور میر عبدالنبی کے ذریعہ تین سو روپیہ وصول ہوکر صرف
کی جاتی تھی۔

خانقاہ کے اندر جاکر گرد نواح دیواروں پر تختے لگائے
ہوئے نظر آتے ہیں۔ تختوں پر سونے کے پانی سے خوشخط رقم
کرتے ہوئے چند سورہ شریفہ۔ کبریت شریف اور اوراد فتحیہ کے
کلمات طیبات نہایت دیدہ زیب خوبصورت نمائش دار سامنے
آجاتے ہیں۔ جو کہ میر ہزار خان[۱] کوزئی درانی کے زمانے کی

۱ میر ہزار خان ہی نے ابوالمظفر جہانگیر شاہ کے تعمیر کردہ نو مسجد کو بڑی خصوصیت کے ساتھ

یادگار ہیں یا میر ہزار خان بعد یکور شاہ دوا کی کہ سے
سات سال تک ناظم کشمیر تھا۔ سردار عبید اللہ خان ناظم کشمیر
جیسے جابر شوریدہ سر افغان نے اسوقت خانقاہ معلی کے بام
کو تھوڑی سی رقم بطور چندہ جمع کر کے مرمت کرائی جبکہ سنہ ۱۲۱۸ھ
میں شدید تباہ کن زلزلہ نے اسکے بام چھت کو گرا دیا تھا۔

سنہ ۱۲۳۷ھ کا حادثہ :- کابلستان کے افاغنہ کی غیر معتدل
حکومت ختم ہوئی۔ ساتھ ہی مہاراجہ رنجیت
سنگھ بہادر خالصہ سکھوں نے اپنی عملداری کا سکہ جمایا۔ جوکہ مسلم
باشندگان کشمیر کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی۔ علما، فضلا، سادات
اور جاگیرداروں کے قدیمی جاگیرات مدد معاش گذارے اور
مقررہ وظایف کی بندش کے لئے احکامات نافذ کئے گئے
خانقاہیں متبرک مقامات اور مسجدیں مقفل کی گئیں۔ خصوصاً خانقاہ
معلی کی مابقی وقفیہ جاگیرات کا مطلقاً انسداد کیا گیا۔ فولا سنگھ
ایک متعصب شوریدہ سر سکھ کو صرف جاگیرات کی بندش سے
تسلی نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک بڑا توپخانہ بھیجدیا۔ خانقاہ کی اسلامی
عمارت اڑانے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ خدام مجاوروں نے خصوصاً
میر بزرگ شاہ قادری خانیاری کے خلف الصدق میر حسن شاہ نے
یہ کام کیا۔ کہ وہ مدار المہام پنڈت بیردر کے پاس جاکر واویلا
کرتے رہے۔ پنڈت بیردر دیوان موتی رام ناظم کشمیر کے حضور

سنہ ... آپ اور آپ کے دختر زادہ میر یاسین شاہ صاحب قادری کے ایام حیات تک وقفیہ دیہات و جاگیرات
کی آمدنی خانقاہ اور زیارت گاہ کی تعمیر و ترمیم اور فقرا و فضلا کی مدد معاش ہی صرف کیجاتی تھی

ہیں دور سے آیا بخوبی سمجھا یا کہ ایسی حرکت مفید نہیں ہو سکتی ہے۔ دیوان موتی رام بھی اپنے صاحبکار، پنڈت بیر در گی مصلحت سے متاثر ہو کر اپنے ارادہ سے باز آیا۔ مختصر کہ سکھوں کے متعصبانہ روش کی یہ بھی ایک بڑی دلیل ہے جنہوں نے متبرک ستون کو اپنے محفوظ و مخصوص کمرے سے نکالتے ہوئے پھاڑ کر دو دو ٹکڑے کر دیتے ہیں جو کہ موجود ہیں۔ دیوان کرپا رام کے ایام نظامت ۱۲۴۳ھ میں خطرناک زلزلہ کے صدمہ نے خانقاہ معلی کے چھت اور کلس کو گرا دیا۔ لوگوں نے زر چندہ جمع کر کے اسکو سر نو مضبوط بنایا۔

موجودہ فرمانروائے کشمیر مہاراجہ ہری سنگھ صاحب بہادر کے پردادے مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر نے خالصہ سکھا شاہی کے زوال پر ڈوگرہ عملداری کا سرزمین کشمیر میں خوب سکہ جمالیا۔ جو کہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں یہاں آ کر اپنی جودت و جبروت سے کام کرتا رہا۔ ۱۰ سال گذر کر جبکہ وہ فانی دنیا سے چل بسا تو شیر کشمیر مہاراجہ رنبیر سنگھ بہادر اسکے قابل بیٹے نے حکومت کی گدی لے لی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ بہادر کے حاکمانہ خیالات جذبات بڑے نیک تھے یہ بہت نیک نامی اور زیادہ شہرت کے ازحد خواہشمند تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یارکند اور گورنمنٹ برطانیہ کے فیمابین سفارت کے

ا؎ تاریخنامہ حیات کشمیر بتاتے ہیں کہ غیر مسلم اکثر عمال کی نفسانفسی و اثبات ظالمانہ حرکات و تعصبات

بڑے عہدہ کے لئے سید یعقوب خان قاضی بارگندہی کو انتخاب کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ جو کہ جناب سید علی ہمدانی کے خاندان سے نسباً دہ تعلق رکھتا تھا۔ سفارت کے مقرر عہدہ سے اختصاص پا کر آپ نے سنہ ۱۲ھ میں کشمیر کی راہ لے لی۔ تین دفعہ یہاں آیا۔ سرکاری مہمان رہا اور خانقاہ معلی کی زیارت کے لئے آیا جسکے جاگیرات کی تحریرات سندات شاہی پٹہ جات کو ساتھ لیکر برطانیہ گورنمنٹ کے حضور میں پیش کی ہیں۔ جاگیرات کے عوضانہ میں بطور مدد معاش ۱۲ ہزار روپیہ کی رقم سالانہ حاصل کی۔

سنہ ۱۳۲۰ھ کے شدید تباہ کن زلزلہ نے جبکہ خانقاہ معلی کی عمارت کو بڑا نقصان پہنچایا۔ تو نواب حسن احمد خان رئیس ڈاکہ بنگال نے اطلاع پائی۔ اطلاع پاتے ہی چونکہ وہ کشمیری الاصل تھا۔ متاثر ہوکر ایک ہزار روپیہ کی نقدی امداد بھیجدی ہے۔ تاکہ خانقاہ کی شکستہ ریختہ کو مرمت ہوئی۔ حاجی مختار شاہ اشائی رئیس الملک دیوان لچھمن داس ناظم کشمیر مرمت کا نگران رہا۔ بلکہ دیوان لچھمن داس نے ایکہزار ایک سو روپیہ چلکی کی رقم اپنی جیب سے دیکر ہاتھ بٹایا۔
مہاراجہ پرتاب سنگھ بہادر والی کشمیر کے عہد حکومت سنہ ۱۳۲۴ھ میں تجارت پیشہ ایک شخص مسمی میاں غلام صمدانی نے جو کہ

کشمیری الاصل باشندہ پشاور تھا۔ اپنے پیر و مرشد جناب درویش عبدالرحیم وفائی[1] مفتی کے ارشاد پر ایک خاص رقم کے صرف کا ذمہ اٹھا کر خانقاہ معلی کے بام چھت کو مرمت کروایا۔

انتظام آرایش سری نگر کے باشندوں کو اس بات کا بخوبی علم حاصل ہے۔ کہ خانقاہ معلی کے مجاورین خدام اپنے پیارے اوقات کو صرف کر کے لوگوں سے کافی زر چندہ رقومات جمع کرتے ہیں۔ اپنی پیٹ بھی پالتے ہیں اور ڈالانے ایوان پنجرے سلطان خانہ چبوترے دریچے نور خانہ بلکہ دیواروں کی مرمت۔ سجاوٹ آرایش اور منقش بنانے کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ تھوڑی مدت کی بات ہے کہ نقش والی دریوں کے خوبصورت فرش نے خانقاہ کی سجاوٹ میں دوبالا آرائش پیدا کر دی ہے۔ جسکی بابت قربانی کھالوں کی اون استعمال میں آگئی۔ وہ بھی خدام مجاوروں کے بڑے گروہ کی عملی توجہ اور جد و جہد کا نتیجہ ہے۔ علاوہ اسکے اوراد فتحیہ کبریت شریف کے حروف کو سو سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے وجہ سے قریب قریب محکوک بلا ملود مٹے ہوئے نظر آتے تھے۔ مجاوروں نے اہل شہر سے زر چندہ فراہم کر کے بڑا اسریہ حاصل کیا۔ اور سونے کے پانی سے انکو جلا دیکر سر نو خوشنما

[1] جناب صدیق بابو پیر گوجری ساکن چاکل کے آپ فیض یافتہ تھے ملا ابوالوفا مفتی فقاہت و دستگاہ آپ کا جد بزرگوار تھا۔ بتاریخ ۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔

چمکدار خوبصورت بنائے ہیں ؛

حدود اربعہ :- ہمارے سامنے خانقاہ معلی کے حدود کا نقشہ موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ خاص ڈیوڑھی بڑے دروازے سے جو کہ شرق کی حد میں واقع ہے اندر آتے ہی دائیں بائیں اطراف سے نظر ڈالی جاتی ہے تو لکڑے کے بنائے ہوئے ڈالانے تختہ پوش چبوترے اور سنگ بست صفے اور سامنے خانقاہ معلی کی لکڑی سے بنائی ہوئی شاندار محفوظ عمارت کی بناوٹ سجاوٹ حیرت میں ڈالدیتی ہے۔ خاص دروازے پر لکڑہ ہی کے نقش دار خوشنما چند تختے لگائے گئے ہیں ایک تختے پر جناب سید علی ہمدانی کی وفات کی تاریخ کا یہ قطعہ ہے ہے

چو شد از کاہ احمد خاتم دین ؛ ز ہجرت هفتصد و ست وثمانین ؛
برفت از عالم فانی بباقی ؛ امیر ہر دو عالم آل یاسین ؛ دوسرے تختے پر من دخلہ کان امنا وغیرہ وغیرہ عربی خط میں لکھا ہوا ہے۔ پھر دریائے بہت کے دلفریب دیدہ زیب رفتار کا نظارہ اور کشتیوں کی اِدھر اُدھر دوڑ مشرب کے سامنے غربی سنگ بست صفے پر بیٹھکر عجب قسم کا لطف پیدا کرتا ہے۔ جس کی دیوار کے نیچے ایک پنڈت پوجاری بیٹھتا ہے وہ یہ کام کرتا ہے۔ کہ پنڈتوں کے ماتھے کان پر زعفران کی تیلک لگاتا ہے۔ اور معقول نذرانہ لیتا ہے۔ بلکہ دیوار کے ایک پتھر پر

سندھوری ملتے ہوئے نظر آتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۲ء مطابق ۱۹۷۸ء میں ایک شدید خطرناک واقعہ رونما ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پوجاری پنڈتوں کے ایک گروہ نے خودسری دست برد سے کام لیکر ایک پتھر کی بجائے دو تین پتھروں کو اپنے قبضہ میں لیتے ہوئے سندھوری کے نشانے لگاتے ہیں۔ مگر مسلم باشندگان سرینگر واویلا کرتے ہیں اور حکام بالا کے حضور میں عریضے پیش کر گئے۔ عرضداشتوں کی تحقیقات کے لئے منتخب ایک کمیشن کا تقرر عمل میں آیا۔ کمیشن کے سرکاری غیر سرکاری ممبروں نے ثبوت اسناد اور حالات موجودہ کو مدنظر رکھکر دستور قدیم کے مطابق عملدرآمد کرنے اور مخصوص ایک ہی پتھر پر سندھوری ملانے کا حکم نافذ فرمایا۔ غربی صفے سے تھوڑے فاصلے پر گذر کر جنوبی کونے میں جناب شیخ المشائخ بابا علی والی ترکستانی کا مقبرہ روضہ کی صورت میں موجود ہے۔ جناب بابا علی والی کی زیارت گاہ کے آس پاس حد جنوب میں مگر دو طبقہ تختہ پوش الائی کے سامنے لمبے چوڑے ایک کھلے میدان کا محدود احاطہ موجود ہے جو کہ خاص و عام لوگوں کے گورستان کا کام دیتا ہے ؂

جس شخص کو خانقاہ معلی کے اندر جانے کا ارادہ ہے وہ شرق رویہ کے بڑے دروازے سے اندر جاتے ہی جھاڑ فانوس شمعدانے قندیلیں ہانڈیاں نقشدار ستون۔ قیمتی دریردے شامیانے اور قدیمی اشیا کی شان و شوکت کے آثار ظاہر ہوتے

ہیں۔ لمبے موٹے تنگ لکڑی سے بنائے ہوئے چار ستون
اندازاً دس دس فٹ بلند ہیں۔ طلاکاری خوشنما نقشے پُرانے
زمانے کی صنعت کاری کے اعلےٰ نمونے ہیں۔ ڈھارہ کے طرف
پر جنوب و شمال کے حدود میں ایک ایوان بھی ہے۔ جس پر کہ
ہزار آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ شمال کے کونے میں غرباً ایک
مخصوص حجرۂ شریفہ ہے۔ جس کے اندر داخل ہونے کی کسی کو
اجازت نہیں ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں کہ حضرت سید علی
ہمدانی ایک خاص مدت تک توقف فرماکر عبادت کرتے تھے
مخصوص حجرہ کے باہر علم مبارک اور ستون شریف دونوں تبرکات
کو ایک لمبی شیشہ دار الماری میں رکھکر حفاظت کیجاتی ہے۔
زائرین جاتے ہیں بلا کسی قسم کی مزاحمت کے اُن کی زیارت
کرتے ہیں۔ نورخانہ مخصوص حجرہ کے باہر ایک محدود مگر مختصر
مقام کا نام ہے۔ جس کے باہر مجاورین بیٹھتے ہیں۔ نذر و نیاز
صدقات مانگتے ہیں۔ سلطان خانہ۔ خانقاہ معلےٰ کے دوسرے
طبقہ کو کہتے ہیں۔ جس پر چڑھکر دریا سے بہت کی رفتار ایک
سرے سے دوسرے سرے تک اور شہر کے اِدھر اُدھر کی
عمارتیں بلکہ اونچے اونچے زیارت گاہوں کے منارے قبے کف دست
نظر آتے ہیں۔ جنوب و شمال کی جانب میں جسقدر رقبہ جات موجود
ہیں ایک ایسا زمانہ گذرا کہ وہ ایک کھلے لمبے چوڑے میدان

کا کام دیتے تھے۔ یہ میدان اسوجہ سے رکھا گیا تھا۔ کہ آتشزدگیوں
کے صدمات کے خطرے ہنیں رہے تھے۔ واقعات اور حالات
میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ نیا دور آیا نئے لوگ آئے وقفیہ
زمینات اپنے موضوع پر محفوظ نہیں رہے۔ گورستان کی حیثیت
سے خرید فروخت کر کے زیر قبضہ آ گئے۔ اب ایک عام قبرستان کی
صورت میں ہیں۔ خدا جانے ان قبروں میں کیسے کیسے گرانمایہ
جواہر پیوند خاک ہو چکے ہیں۔ چنانچہ چند جلیل القدر مشہور افراد کی
اسمائیہ ہیں۔ اخوند ملا سعید متولی۔ میر جعفر۔ میر باقر۔ سید
حسین جندہ پوش۔ میر نظام الدین اندرابی متولی۔ بابا عزیز اللہ حطبی
شیخ موسیٰ ریش دراز۔ خواجہ محمد بزاز۔ بابا عبدالغنی کبروی۔ بابا صفی
بابا عبدالباقی۔ بابا اوائی۔ بابا محمد شافی۔ اخوند ملا عبدالسلام واعظ۔
میر حیدر۔ میر عمر۔ میر سلیمان وغیرہ۔ پچاس ساٹھ گھر یا قریباً دو
ڈھائی سو نفوس جو کہ خانقاہ معلے کے بڑے محلے میں سکونت رکھتے
ہیں اپنے آپ کو خدام مجاور کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ عموماً مذہبی تعلیمات
سے مطلقاً نابلد ہیں۔ کسب کار کے مشغلے کو معیوب جانتے ہیں
نوبت داری کے چبوترے پر خود پسندی کی صورت میں بیٹھتے
ہیں۔ یا ادھر ادھر پھرتے ہیں۔ نذر و نیاز صدقات کی مفت
آمدنی پر گذارہ کرتے ہیں۔ غرض ان لوگوں کے اور دیگر مشہور
زیارت گاہوں بقعہ جات کے خدام مجاوروں کی مفت خوری کے

لہ سنہ ۱۲ میں آپ نے وفات پائی ؒ از سر اسرار شاہ ہمدانی + دخلہا الخلد ہا لغی کفتا ؛ اور

مشاغل بہمہ وجوہ قابل اصلاح ہیں۔ اب رہا جناب مخدوم صاحب
کی زیارت گاہ کے بدنام خدام کے اکثر افراد کی مفت خوری اخذ ناجائز
استحصال بالجبر کے بڑے کارنامے خانقاہی خدام کی نسبت بڑھ
چڑھ کر بیان کئے جاتے ہیں۔ جو کہ مطبوعہ تحفہ محبوبی میں مذکور
ہیں۔ اے بسرا پردہ یثرب نہ خواب ÷ خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

نگرانی حالات :- ایک خاص مدت تک بلکہ ابتدا سے لیکر مہاراجہ
رنبیر سنگھ بہادر کے عہد حکومت کے
اختتام تک خانقاہ معلی کے انتظامی تمام حالات کا انضباط منتخب شدہ
متدین متولیوں کو استقلالاً باضابطہ مفوض تھا۔ لیکن بعد میں ایسے
حالات و واقعات رونما ہوئے کہ تولیت تنظیم اور ضبط و ربط کی
رفتار بے اثر ہوئی اور آزاد پسندی کی ہوا نے اپنا اثر بخوبی
پیدا کر دیا۔ جس کی بنا پر خدام مجاوروں کے طبقہ کو زور و غلبہ
پا کر بقبضہ داری کے سارے امور کو اپنے ذریعہ سے طے کرنے کا
موقعہ مل گیا۔ حسب ذیل باتوں کا پوری تفصیل کے ساتھ تذکرہ
کرنا ہم نے اسوجہ سے چھوڑ دیا ہے۔ کہ تمام کے تمام تاریخنامہ جات
کشمیر ان کے بیان سے مطلقاً خاموش ہیں۔ وہ یہ باتیں ہیں کہ
خانقاہ معلی کے موجودہ خدام مجاوروں کے اسلاف آبا و اجداد
خاندانی افراد کہاں سے آتے ہیں۔ کس خاندان سے تعلق رکھتے
ہیں۔ اور جناب میر سید علی ہمدانی میر محمد ہمدانی جیسے اولوالعزم

تاریخ حسن کی تیسری جلد میں درج ہیں۔

بزرگان دین سے نسبتاً کیا واسطہ رکھتے ہیں۔ مزید بران چراغ افروزی خاکروبی۔ علم برداری۔ ختم خوانی۔ اوراد خوانی۔ فاتحہ خوانی۔ کلید برداری۔ نوبت داری۔ غرض اس قسم کی اسامیاں اور یہ ساری خدمتیں کب ایجاد ہوئی ہیں۔ اور موجد کا نام کیا ہے دیکھنے والے دیکھتے ہیں ایک خاص راز و رموز پر پہنچتے ہیں وہ یہ ہے "خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید" ہر ایک تذکرہ نویس اور ہر ایک مورخ اُن تاریخی باتوں کے اندراج کا ذمہ وار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ جو کہ قابل وثوق کتابوں تاریخوں میں مذکور ہوں۔ اور منقول ہوں۔

آگے چل کر اور ایک بات پیش آتی ہے۔ کہ خانقاہ معلی کے مشہور بقعہ کے متولیاں کون سے اصحاب تھے۔ سب سے پہلے جبکہ یہ عمارت آباد ہوئی۔ تو جناب میر محمد ہمدانی نے تولیت کا عہدہ اخوند ملا محمد سعید اپنے خاص مخلص کو جو کہ دیانتدار مستعد مدبر فاضل اجل تھا سپرد کیا۔ ساتھ ہی ملک دیوی گنائی بھی حالات کی نگرانی میں شامل رہا۔ سید نورالدین[1] حاجت براری کی اولاد احفاد چونکہ جناب سید علی ہمدانی کے خاندان سے نسباً تعلق رکھتے تھے۔ وہ بھی خانقاہ کی تولیت کا عہدہ ایک خاص عرصے تک لے گئے۔ علاوہ اسکے یہ بھی منقول ہے۔ کہ جناب سید تاج الدین ہمدانی۔ سید حسن

[1] سادات متولیان جو کہ خانقاہ معلی کے آس پاس سکونت رکھتے تھے سید نورالدین کی ذریت سے اپنے آپ کو تصور کرتے ہیں۔ جو کہ سید حسین سمنانی کے خواہر زادہ ہیں۔ اور قاضی یار کی مسجد کی غربی حدود میں دریائے بہت کے شرقی کنارے پر آپ کا مقبرہ موجود ہے۔

خان بہادر رستم ہند کی ذریت سے چند افراد بھی خانقاہ کی
تولیت کے فرائض بجا لاتے تھے۔ علامہ مولوی ہدایت اللہ
مفتی اپنی مصنفہ تاریخ میں میر نظام الدین اندرابی کا ذکر کرتے
ہوئے لکھتے ہیں کہ "ایشان در محلہ خانقاہ معلی آمدہ سکونت
گرفت از روی قابلیت اختصاص بر خدمت تولیت خانقاہ معلی
یافت در ۹۶۴ھ براہ آخرت شتافت"۔ پٹھان شاہی درانیہ

۱؎ سید حسن خان بھی نوجوان تھا۔ کہ سلطان شہاب الدین مشہور فرمانروای
کشمیر کے بڑے دربار میں حاضر ہو کر ملازم رہا۔ ملازمت میں اعلیٰ قسم کی ترقی
کرتے ہوئے سرکاری تمام افواج کی عنان اختیار ان کے ہاتھ میں رہی۔
فاتحانہ صورت میں حملہ کر کے بیشمار ممالک کو مسخر کر لیا۔ سید کمال الدین حافظ
ایک فرزند اور بی بی تاج خاتون ایک صاحبزادی چھوڑ کر دنیا کو خیرباد کہا
بی بی تاج خاتون کی شادی میر محمد ہمدانی سے ہوئی میر کمال الدین کے فرزند
سید جمال الدین ان کے فرزند سید نعمت اللہ تھے۔ جس کے متعلق اخوند
ملا حیدر رشلو اپنے مجموعہ دوایر سادات میں یہ لکھتے ہیں کہ "ایشان جد امجد
سادات شہید است"۔ ۲؎ سید کمال الدین۔ سید جمال الدین۔ سید
نعمت اللہ۔ سید شمس الدین۔ سید علی۔ سید محمد۔ سید یوسف۔ سید
احمد نے یکے بعد دیگرے علی الترتیب اپنے علم و عمل کی تحصیل و تکمیل کی لحاظ سے
آپنے بڑے خاندان کے عالم باعمل ہونیکا کامل ثبوت دیدیا۔ ۳؎ اندرابی
سادات کے جد بزرگوار سیادت پناہ میر میرک اندرابی قادری ہیں۔ جو کہ ۹۹۰ھ
میں رحلت فرما کر محلہ ملارٹہ میں اپنے مسکن کے آس پاس دفن کئے گئے موجودہ
زمانے کے اکثر اندرابی سادات آپ کے نسب نامہ کی اسامیاں ۲۵ پشتیں ہیچ ہیں۔

افغانوں کے عہد حکومت میں خواجہ علیسی دیوانی۔ خواجہ منور شاہ دیوانی جیسے ارکان شہر بار سوخ اشخاص نے اپنے اقتدار سے کام لیکر تولیت کا عہدہ حاصل کیا۔ مولوی خیر الدین مفتی وازہ پوری بھی اسوجہ سے کہ وہ خواجہ منور شاہ دیوانی رئیس الملک کا داماد تھا اپنے آپ کو متولی خانقاہ تصور کرتا تھا۔ میر تاج الدین خانقاہی۔ میر محمد بلاقی خواجہ امیر الدین گنگو تاجر پشمینہ کا نام متولیوں کے زمرے میں لیا جاتا ہے۔ مگر خدام مجاوروں کے افراد آزادی خودمختاری سے کام لیتے ہوئے کھلم کھلا بقعہ داری کے رسوم بجا لاتے ہیں +

حالاتِ تبرکات ؛- کشمیر و اہل کشمیر کی اس سے زیادہ خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ جناب سید علی ہمدانی نے اپنے نام پر ایک ہی نہیں بلکہ دو یادگارین کشمیر کی سرزمین میں چھوڑ دی ہیں۔ ایک تو علم شریف ہے۔ دوسری یادگار کو متبرک ستون کہتے ہیں۔ فتحات کبرویہ تاریخ اعظمی غوثیہ منظوم تاریخ شایق غرض اس قسم کی کتابیں تاریخنامہ جات پڑھئے جو کہ خانقاہ معلی کے موجودہ تبرکات کے حالات بیان کرتے ہیں۔ ہرچند کہ مندرجہ صدر تبرکات کی نسبت بہت کچھ باتیں بیان کیجاتی ہیں۔ مگر راقم الحروف مولف سنی سنائی باتوں کی بجائے قابل وثوق مستند تاریخنامہ جات اور کتابوں کے حوالہ جات تحریری شہادت کو معتبر قابل اعتماد سمجھتا ہے۔

[1] آپ کے جد بزرگوار ملا امان اللہ علامہ وازہ پوری بلکہ ان کے خاندان کے حالات و واقعات کشمیر مصنفہ خواجہ اعظم دیدہ مری مطبوعہ ۱۳۵۵ھ میں درج ہیں جس کو جدید طباعت کرنے میں خواجہ غلام محمد نور محمد تاجران کتب ... ہی کا شکریہ گزار ہو

[2] حضرات کبرویہ فتحات کبرویہ کو مستند اور با وثوق کتاب تسلیم کرتے ہیں جو کہ شیخ عبد الوہاب نوری کا ...

یہاں صرف ناظرین کے تفنن طبع کے لئے تاریخی حوالہ جات کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی سلسلہ کبرویہ کے مشہور پیران طریقت میں ایک بڑے رکن رکین تھے جو کہ ابوالمکارم۔ رکن الدین شیخ المشائخ کے القاب آداب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کے پاس ایک علم مبارک موجود تھا دو دفعہ آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تو یہ علم شریف ساتھ لے جاتے تھے۔ جو کہ اپنے خاص خلیفہ شیخ محمد اذکانی کو عطا کیا ہے شیخ محمد اذکانی کا سلسلہ کبرویہ کے بزرگان دین میں بڑا رتبہ حاصل تھا وہ بھی جناب سید علی ہمدانی کے پیران طریقت کے زمرے میں شمار کئے جاتے ہیں۔ سید علی ہمدانی نے یہ کام کیا کہ شیخ محمد اذکانی کی خدمت میں حاضر ہو کر ارشاد نامہ اور ارشاد نامہ لینے کیوقت علم مبارک بھی حاصل کیا۔ اب علم مبارک سرزمین کشمیر کے خانقاہ معلے میں موجود ہے۔ جس کی وجہ یوں بیان کیجاتی ہے کہ ماگرے قوم میں سب سے پہلے ملک احمد ماگری کے باپ ملک لدی ماگری نے جو کہ ہندوؤں میں نامور رئیس

لہ ۶۵۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی شیخ نورالدین عبدالرحمن اسفرائی کے حضور میں جو کہ شیخ جمال الدین احمد کے خاص خلفا میں سے تھے حاضر ہو کر باضابطہ ارشاد نامہ حاصل کیا۔ اور ۷۳۶ھ میں بعمر ۷۷ سال انتقال فرما گئے۔

ٰلہ آپ ۷۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۷۸ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

تھا۔ حضرت سید علی ہمدانی کے ہاتھ پر اہل و عیال قوم و قبیلہ کے ہمراہ خالص توحید پرستی کا مذہب قبول کیا۔ اسلام کے حلقہ بگوش ہونے کے بعد دنیاوی وابستگیوں کو لات ماری اور احمدا پورہ بانگل میں سکونت اختیار کی۔ اسی اثنا میں حضرت سید علی ہمدانی نے سرزمین کشمیر کو الوداع خیر باد کہا۔ تو مسلم باشندگان کشمیر میں سے لدی ماگری ہی کو ہمراہ لے گئے۔ پکھلی کے حدود تک بمقام کنز سواد پہنچ گئے جہاں کہ حضرت سید علی ہمدانی کی وفات کا واقعہ ظہور میں آیا۔ انتقال سے قبل حضرت امیر نے آپ کو علم مبارک دے کر علمبردار بنایا لدی ماگری واپس آیا۔ علم مبارک کو سلطان قطب الدین کے اشارے پر صفہ امیریہ کے محدود و مخصوص کونے میں رکھدیا ساتھ ہی یہ نکتہ ملحوظ نظر رکھنا چاہیئے۔ کہ سلطان قطب الدین اعیان شہر اہل دربار اور بزرگان دین بھی علم مبارک کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ بلکہ ارضی سماوی آفات بلیات کے حادثہ کیوقت یا دشمنوں کے مقابلے میں لشکر کشی کی حالت میں علم مبارک کو آگے آگے پیش قدم رکھتے ہوئے عیدگاہ میں جاتے مناجات دعا اور نوافل کے آداب بجا لاتے تھے۔ ملا بہاء الدین[1] متو نے جناب امیر سے سلطان قطب الدین کو جو تبرکات مل گئے ہیں "ان کا تذکرہ یوں کیا ہے

[1] سلطانی غوثیہ نقشبندیہ چشتیہ ریختی نامہ پنج گنج بقدر ۱۵ ہزار ابیات اور ذکر الصادقین بھی آپ کے تصنیفات موجود ہیں علامۃ الوہ امفتی ہدایت اللہ سے نسباً تعلق رکھتے ہیں ۱۲۸۹ھ میں وفات پائی۔

قطب الدین را ز انحاد مزید ؛ ہم کُلہ[1] داد و ہم علم بخشید ؛
علمے کہ از عارف سمنان ؛ بود او از محمد از کان ؛ بارہا ہم سفر
بنور و صفا ؛ ہمرہ شان بہ یثرب بطحا ؛ تحریری ثبوت ہمارے
پاس موجود ہے کہ خانقاہ معلے کے ایک کمرے میں جناب
حضرت امیر کے ذاتی عصای شریف وہاں موجود تھا۔ مگر ایک
خاص عرصہ کی بات ہے کہ پہکلی کے باشندوں میں سے
ایک شخص اعتکاف کے بہانے سے خانقاہ کے اندر بیٹھکر
چُرا لے لیا۔ شیخ عبدالوہاب نوری نے علم مبارک اور
عصاے شریف کا نہایت مختصر صورت میں تذکرہ قلمبند کیا
ہے۔ اخیر پر یہ لکھا ہے کہ "در علم سیوم اختلاف است گویند
از خیمہ سید الشہدا امام حسین شہید کربلا است"۔ اختلاف
اور گویند کے الفاظ کے بعد سارا بوجھ و اللہ اعلم بالصواب
پر ڈالدیا ہے۔ تحایف الابرار کے مصنف نے لیکن بلا حوالہ

[1] کہتے ہیں کہ جناب سید علی ہمدانی نے اپنے متبرک ہاتھ سے بناتے ہوئے کلاہ
شریف سلطان قطب الدین کو تبرکا عطا کیا تھا جس کو وہ اور اسکے اولاد احفاد
بھی یکے بعد دیگری سلطان فتحشاہ کے زمانے تک شاہانہ تاج کے ہمراہ اپنے سر پر
رکھتے تھے آخر میں سلطان فتحشاہ نے وفات کیوقت اپنے کفن میں ساتھ
رکھوانیکی وصیت کی چنانچہ وہ ساتھ لے گیا جناب مولانا محمد آنی نقشبندی یکے
از اجل اولیاے کشمیر یہ واقعہ سُنکر از حد متحیر و مشوش ہوئے اور بطور پیشنگوئی
یہ فرمایا کہ تاج شاہی از سر شاہان کشمیر بر افتاد و سرداری آن ہمیشہ رو بہ
نگونساری نہاد۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسی دن سے حکومت میں ضعف

کتاب گوبیند کے لفظ پر بھروسہ کرکے دو تبرکات ورفش مبارک اور ستون مبارک کا تذکرہ کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ آگے بڑھ چڑھ کر یہ لکھا ہے کہ جناب رسول مقبول صلعم سے یہ دونوں چیزیں یادگار ہیں۔ اور غزوات میں آپ اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ علاوہ اسکے حضرت امام حسین ؑ کے قبضے میں آگئے ہیں چنانچہ اسوقت جبکہ حضرت امام حسین ؑ نے میدان کربلا کی راہ لی یہ دونوں یادگاریں ان کی ہمراہ تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ وادی کشمیر خصوصاً سرینگر میں بزرگان دین کے تبرکات[۱] یادگاریں جس قدر موجود ہیں ان کی تصدیق کی سند ثبوت کے بارے میں قابل دید یہ فقرہ (توثیق آن ہمگی تصدیق اولیاست) پیرزادہ حسن شاہ کھویہامی مصنف اسرار الاخیار نے پیش کیا ہے۔ مسلم باشندگان کشمیر عموماً و خصوصاً کا دستور ہے کہ ساری تبرکات کو تصدیق تسلیم اور حرمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حقیقت میں ثبوت واثبات کیلئے اگر ضرورت کسی چیز کی ہے تو صحیح نقل اور باوثوق حوالہ جات کی ہے۔

مڈل سکول :- خانقاہ معلی کے صحن میں اسلامی مڈل سکول واقع ہے۔ جو کہ مدرسہ نصرۃ الاسلام کے بعد چند سال گذر کر قائم ہوا ہے۔ نصرۃ الاسلام کا مدرسہ

۱؎ حضرتبل کلاشپورہ اندرواری ڈانگرپورہ بزورہ جبہ کدل الیشا نقشبند صاحب زیارت ستان خانیار عالی کدل زیارت گاہ نقشبند صاحب خانقاہ خواجہ شاہ نقشبندی رینی کدہ چرار شریف

فاضل اجل مولوی رسول شاہ مرحوم میر واعظ نے قائم کیا ہے اور خانقاہ معلی کے مدرسہ کے قیام کے لئے پیر یوسف شاہ خانقاہی سجادہ نشین درگاہ عالیہ نے حد سے زائد کوشش کی۔ یہ مدرسہ ۱۹۲۴ء میں قائم کیا گیا ہے۔ مدرسہ کے انتظامی حالات کے ضبط و ربط کے لئے ایک انجمن کے قیام کی ضرورت پڑی۔ جس کا پریزیڈنٹ پیر یوسف شاہ خانقاہی رہا۔ مروجہ انگریزی تعلیم کے ساتھ دینیات عربی تعلیم بھی دیجاتی ہے۔ مسلم باشندگان سرینگر سے زرچندہ جمع کر کے مدرسہ کے ضروری اخراجات طے کئے جاتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں مولوی احمد اللہ میر واعظ ہمدانی بحیثیت پریزیڈنٹ مدرسہ کے حالات کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور قومی درسگاہ کو چلانے میں کوشاں ہیں۔ سال رواں ۱۹۳۶ء میں سرکاری گرانٹ بقدر ۱۵۷۰ روپیہ مقرر ہے۔ سکول کے سامنے گرم حمام کی عمارت بھی موجود ہے جو کہ قدیم الایام سے برپا ہوئی اور جس کی تعمیر کا طرز نہایت ہی بے نظیر تصور کیا جاتا ہے۔

یادگار حسنہ:- مساجد ہمدانی۔ خانقاہ معلی۔ علم مبارک اور دیگر باقی ماندہ یادگاروں کے علاوہ جس چیز نے جناب سید علی ہمدانی کا نام مبارک بڑی

خاندان کے افراد ہیں مولوی احمد اللہ کے والد کا نام واعظ غلام الدین ہمدانی جو کہ خانقاہ کے صحن میں

خصوصیت کے ساتھ سرزمین ہذا میں مشہور کر دیا۔ وہ ان کے تصنیفات کے بڑے ذخیرے ہیں۔ جو کہ مسلم باشندگان کشمیر کے خاندانی اہل علم سجادہ نشینوں کے کتب خانوں میں بکثرت موجود ہیں۔ ایک دو یا چار، پانچ نہیں۔ بلکہ ان کے مصنفہ کتابوں رسالہ جات کی تعداد ایک سو ستر تک بیان کیجاتی ہے۔ یہ کتابیں دراصل روحانی تعلیمات توحید، معارف، لطائف اور باطنی تجلیات کے دریا بکوزہ ذوق وسرور پیدا کرنے والے مجموعے ہیں۔ راقم مؤلف کے قدیمی کتب خانے میں یہ کتابیں بحمد اللہ موجود ہیں۔ ذخیرۃ الملوک۔ مراۃ التائبین۔ دہ قاعدہ چہل احادیث۔ اربعینیہ۔ نفسیہ فارسیہ۔ ذکریہ۔ منہاج العارفین۔ ہمہ آنیہ۔ وجودیہ۔ اعتقادیہ۔ درویشیہ۔ حل مشکل۔ عقلیہ امیریہ۔ اسراریہ۔ مکتوبات شریف۔ نوریہ۔ شرح اسماء اللہ داؤدیہ۔ معرفۃ الزاہد۔ السبعین۔ المودۃ القربیٰ۔ اورادفتحیہ چہل اسرار۔ حل الفصوص۔ جمع الاحادیث۔ سیر الطالبین۔ مشارق الانوار۔ اسرار النقط۔ آداب المریدین۔ فقیریہ۔ خواطریہ۔ تلقینیہ۔ شرح قصیدہ خمریہ فارضیہ وغیرہ

آمد و اخراجات! سال ۱۳۵۴ھ کے اخیر میں ایک کامل فہرست طبع کر کے پبلک میں شایع کیگئی۔ فہرست میں خانقاہ معلی کی آمدنی اخراجات کی

مشتاق عظیم کشمیری

مدات پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ درج تھے۔
مدات میں دوکانات زیبنات مکانات کی تعداد محل وقوع آمدنی بلکہ ہرایک دوکان کے زرکرایہ کی رقومات اندازہ تخمینہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ تنقید وتبصرہ کرتے ہوئے کامل تحقیقات کی صورت میں دکھلائے گئے۔ سالانہ آمدنی ایکہزار اٹھتالیس روپیہ آٹھ آنہ۔ سالانہ اخراجات اٹھانوے روپیہ آٹھ آنہ سالانہ بچت ایکہزار تین سو اکتالیس روپیہ بھی باضابطہ پیش ہوئی۔ اس آمدنی میں وہ آمدنی شامل نہیں ہے۔ جوکہ لوگ انفرادی طور پر نذر ونیاز یا کسی خاص یوم کے لئے چندہ کی صورت میں یا پوست قربانی وغیرہ کی حیثیت سے جمع کیا کرتے ہیں۔ یا جوکہ مقبرہ کی فروخت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اعراس المشائخ:۔ سرزمین کشمیر کے بڑے احاطے میں بزرگان دین جناب شیخ نورالدین ریشی مخدوم شیخ حمزہ اور شیخ بہاءالدین گنج بخش وغیرہ کے چند ایسی مشہور زیارت گاہیں موجود ہیں۔ جہاں کہ ایک خاص عرصہ سے مخصوص اعراس المشائخ کی بجائے میلے منائے جاتے ہیں۔ میلہ جات میں اخلاق سوز ایسے اعمال اشغال کئے جاتے ہیں جس کو دیکھنے والے دیکھتے ہیں حقیقت الحال بیان کرتے

ہیں۔ کہ الاستان وعدہ گاہ عاشقان۔ خصوصاً شہر و دیہات
کے باشندے ہر سال جناب امیر کبیر کی روزِ وفات ۶ ماہ
ذی الحجہ کی تاریخ پر خانقاہ معلی کے گرداگرد احاطے میں جا کر
میلے کی رسوم بجا لاتے ہیں۔ جس کی نوعیت عجیب قسم کی ہے
ایک طرف لوگوں زائروں کی بکثرت آمد رفت خیمے ٹولیاں
دوکانات کے قطاریں دوکانداروں میوہ فروشوں کی آواز
افسانہ گوئیوں کے شور و غوغا۔ بھیک منگوں کے منکرانہ
مظاہرے ایک طرف دریائے بہت کے پانی کی سطح پر
سجاوٹ والی کشتیوں کے راگ رنگ۔ ناحقیقت آشنا
اشخاص کی ہنگامہ آرائی زاید سے زاید نظارے پیش
کرتے ہیں۔ جس کو اصل اعراس سے کوئی نسبت نہیں ہے۔
یہ تو باہر کے نمائشوں کے مشاغل کا اثر ہے۔ مگر ماہ ذی الحجہ
کی پہلی تاریخ سے خانقاہ معلی کے مخصوص احاطے کے اندر جو
کامل سجاوٹ آرایش اور نمایش کے ذرایع سے بقعہ نور کی
صورت میں نظر آتا ہے۔ درود فاتحہ اور ختمات خوانی کی
جاتی ہے۔ فارسی کشمیری زبان کی طبعزاد نعت مناقب
کو وردِ زبان کر کے عقیدتمندی خوش اعتقادی کی داد
دیجاتی ہے۔ مجاورین خدام بھی اِدھر اُدھر پھرتے ہیں
نقدی جیسی نذر و نیاز اور جائزہ لیتے ہیں۔ بڑی تگ و دو

سے مانگنے کا کام کرتے ہیں۔ مزید بران ہر جمعرات کے دن علی الصباح نہایت کثرت سے عقیدتمند اصحاب آتے ہیں۔ ورد و ظائف کلمات طیبات اوراد فتحیہ پڑھتے ہیں علاوہ اسکے خواجہ اسحاق ختلانی میر محمد ہمدانی رح کے روزِ وفات کی تقریب پر میلے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اعراس المشائخ کے موضوع پر لطف امیر مجلسین منعقد کیجاتی ہیں۔ عرس ختلان ایک دن کا نام ہے۔ جو کہ ماہ جمید الثانی کی پانچویں تاریخ کے حساب پر منایا جاتا ہے۔ یہ وہ دن ہے کہ حضرت سید علی ہمدانی کی نعش مبارک ختلان کے مقام تک پہنچا کر اپنے اسلاف کے قبرستان میں دفن کی گئی ہے۔

تحریر بتاریخ ۳ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ

پیران طریقت: سلسلہ کبرویہ کے پیران طریقت کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔
(۱) جناب رسالت پناہ حضرت محمد عربی روحی فداہ (۲) سیدنا علی المرتضیٰ (۳) خواجہ حسن بصری (۴) شیخ حبیب عجمی (۵) شیخ داؤد طائی۔ (۶) شیخ معروف کرخی (۷) شیخ سری سقطی (۸) شیخ جنید بغدادی (۹) ابو علی رودباری (۱۰) ابو علی کاتب مصری۔ (۱۱) ابو عثمان مغربی (۱۲) شیخ ابو القاسم گورگانی (۱۳) شیخ ابو بکر نساج (۱۴) شیخ احمد غزالی (۱۵) شیخ ابو النجیب عبد القاہر (۱۶) شیخ عمار یاسر (۱۷) شیخ نجم الدین احمد الکبری (۱۸) شیخ عبد الرحمن اسفرائنی (۱۹) شیخ محمود مزدقانی۔ (۲۰) حضرت علی الہمدانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(۱۹) شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی

الراقم نظام الدین قاضی خانیاری

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ترجمہ

مشارب الاذواق

مِن تصنیف

بانیِ اسلام کشمیر حضرتِ امیرِ کبیر میر سید علی ہمدانی رض

مترجمہ

پروفیسر محمد طیب صاحب صدیقی ایم۔ اے، بی۔ ٹی

پبلشر

غلام احمد ہمدانی از نہرو اجنرل سکریٹری و خادم زیارت و اوقاف کمیٹی

خانقاہِ معلےٰ

در مطبع

نشاط پریس امیرا کدل چھپ کر اوقاف کمیٹی خانقاہ معلیٰ سے

شائع ہوا

بار اول - تعداد ۵۰۰ کتبہ لوٹا [illegible] علی قیمت بارہ آنے ۱۲

تمہید از مترجم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ہادی لہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم الذی ہو شمس النبوۃ و بابہ الرسالہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ الذین ہم نجوم الاہتداء

امابعد

رسالہ ہذا من تصنیف العالم الربانی والعامل الصمدانی محبوب سبحانی شاہباز لامکانی اعنی جناب حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رضی اللہ عنہ ہے۔

یہ رسالہ جس کا نام جناب مصنف حضرت امیر رض نے مشارب الاذواق رکھا ہے۔ دراصل قصیدہ میمی مصنفہ حضرت ابوحفص عمر ابن فارض مصری قدس سرہ کی شرح ہے۔ یہ قصیدہ نکات عرفان اور رموزات ایقان سے مملو۔ علم تصوف کے حقائق اور دقائق پر مبنی ہے۔ جناب امیر رض

نے شرح کی ابتدا میں ایک زبردست تمہید بھی لکھی ہے۔ جس میں انہوں
نے غیر مبہم الفاظ میں بعض اصطلاحات صوفیہ کو جن کا تعلق قصیدہ
زیر بحث کے ساتھ ہے توضیح کی ہے۔ ایک ایک عربی بیت کے ترجمہ
کے ساتھ کسی بزرگ ناقل مشارب الاذواق نے بعد کے زمانہ میں ملاّ
عبدالرحمٰن جامی رح کی ایک متوازی رباعی بطور استشہاد درج فرمائی
ہے ترجمہ اور شرح کیا ہے۔ جناب امیرؒ نے سمندر کو کوزہ میں بھر دیا
ہے۔ آیاتِ کلام اللہ اور احادیث نبوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والتسلیم
سے استناد کر کے تصوف کے نکات اور عرفان کے رموزات بیان فرمائے
ہیں۔ شرح قصیدہ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؒ
حد تک اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں جد و جہد فرمائی ہے۔ اس
زمانہ کے ذرائع آمد و رفت اور وسائل حمل و نقل اور اسباب اشاعت
کو جو کہ بالکل محدود اور زمانہ حال کے ساتھ مقابلہ کر کے بالکل ناپید
تھے اور سفر بالعموم پا پیادہ کیے جاتے تھے اور رسل و رسایل صرف خاص
مواقع پر قاصدوں کے ذریعہ پہونچتے تھے۔ اشاعت علوم صرف ہاتھ
سے لکھی ہوئی کتابوں تک محدود تھی۔ مدِ نظر لا کر اس امر کا پتہ ہم کو ملتا

پڑتا ہے۔ کہ نورِ معرفت طے مکان اور طے زمان ہی کے وسایل سے جناب امیر رضؓ نے دور و دراز ملکوں میں سیاحت کر کے اسلام کے فیضان۔ علوم و حکمت اور نورِ ولایت سے لوگوں کو مستفیض اور مستفید فرمایا۔ انہوں نے اپنے جدِ بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاں کعبۂ ثانی یعنی خانقاہ فیض پناہ کو بتوں سے اور بتوں کے پوجا سے پاک و صاف کر کے معبودانِ باطل کو توڑ کر معبودِ حقیقی کے ساتھ اُسکے عباد کو ملانے میں اپنے دم، قدم اور قلم کو وقف فرمایا وہاں ساتھ ساتھ علم و تعلیم درس و تدریس سے تشنہ کامانِ علم اور گمراہانِ جہالت کو علوم کے سرچشموں سے سیراب کیا اور اس میں اتنا جہاد کیا کہ شاید ہی کسی اور بزرگ نے کیا ہو سفر اور سیاحت کی کٹھنائیاں اور صعوبتیں برداشت کر کے اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اشاعت علوم میں از ابتدا تا انتہا منہمک اور مصروف رہے۔ جناب امیر رضؓ کا مولد ہمدان کا شہر ہے۔ اور انکا خاندان اکابر سادات میں سے تھا جس کے افراد نہ صرف سید ہی تھے۔ بلکہ عارف باللہ اور عالم باعمل بھی تھے۔ اور اس وجہ سے نہ صرف ہمدان میں بلکہ سارے عراق عجم میں مشہور و معروف تھے۔ امیر

تیمور گورگانی کے عہد حکومت میں اپنے جد بزرگوار کی تبعیت میں جناب
امیر رضؓ نے وطن مالوف سے ہجرت فرمائی اور کشمیر کے بادشاہ سلطان
شہاب الدین کے عہد حکومت میں ۷۷۴ھ ہجری میں پہلی دفعہ کشمیر
کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرما کر اہالیٔ خطہ کی آنکھوں کو
علم و حکمت و تہذیب کے انوار سے منور فرما کر ان کے قلبوں کو ایمان
عرفان کے فیوض سے مالا مال کرتے ہوئے کشمیر کی تاریخ کو بدل ڈالا۔
اور اہل خطہ کو دینی۔ دنیوی اور عقبوی فلاح و نجاح کا اہتمام فرمایا۔
کہاں ہیں وہ تنگ نظر۔ تنگ دل، کم ظرف متعصب لوگ اور مورخ جو
اسلام پر اس امر کا الزام لگانے میں اپنی کوردلی کا ثبوت دیتے ہیں
آئیں اور بصیرت کی آنکھوں سے تعصب کی عینک اٹھا کر دیکھیں کہ کس
طرح ایک بے سرو ساماں۔ غریب الوطن عارف باللہ مرد مجاہد نے لاکھوں
لوگوں کو پیغام حق سنا کر حلقہ بگوش اسلام بنا کر ایک ملک اور
قوم کی کایا پلٹ دی۔

جناب امیر رضؓ کی تشریف آوری۔ تبلیغ اسلام اور تعمیر خانقاہ معلیٰ
کے برکات سے کشمیر کی ساری تاریخیں جھلوا رہی ہیں۔ کشمیر کے تمام مورخوں

اور تذکرہ نویسوں نے اُن کے حالات سوانح اور مدارج کمال عرفان شرح و بسط کے ساتھ قلمبند کئے ہیں۔ شعرائے کشمیر اُن کے مناقب اور مدیحات لکھنے میں رطب اللسان رہے ہیں۔ جناب جامع الکمالات صوری و معنوی حضرت البشان شیخ یعقوب صرفی گنائی رح نے تو ہزاروں مناقب اُن کی مدح میں لکھ ڈالے ہیں۔ حضرت امیر رض کے خلفاء اور خلفاء الخلفاء جو کہ اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن کے مدح اور مناقب لکھنے اور تعریفیں الاپنے میں محظوظ و مسرور رہے ہیں۔ آخر کیوں نہ ہو

ے سید السادات سالار عجم ۔ دست او معمار تقدیر اُمم
خطۂ را آں شاہ دریا آستیں ۔ داد علم و حکمت و تہذیب و دیں

یہاں ان تفاصیل میں پڑنا مقصود نہیں بلکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگوں کی جو کہ حضرت امیر رض کو صرف ایک صوفی غوث۔ قطب یا ولی تصور کرتے ہیں۔ توجہ اس طرف مبذول کیجائے۔ کہ جناب امیر رض نہ صرف قطب الاقطاب۔ فرد الاحباب اور غوث الاغواث تھے۔ بلکہ عربی۔ فارسی اور ترکی زبانوں کے ماہر اور علوم متداولہ کے بحر ذخار تھے۔ نہ صرف علم ادب میں ان کو کمال حاصل تھا

باالخصوص علمِ قرآن و حدیث تفسیر - فقہ - اصول و منطق - لغت - بیان علم کلام اور تصوّف - فلسفہ اور سیاست میں اُن کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ وہ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں اور اُن کے تصانیف کی تعداد کئی سو تک بتلائی جاتی ہے۔ منصوف شاعر بھی تھے تخلص علائی فرماتے تھے۔ اُن کے تصنیف کردہ رسالے اور کتابیں قلمی نسخوں کی صورت میں کشمیر کے علماء فقہا، پیرزادگان اور سجادہ نشیناں کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ جن سے کوئی اکتساب فیض نہیں کرتا ہے۔ صندوقوں یا الماریوں میں گرد آلود صورت میں کرم خوردہ ہو گئی ہیں۔ عقیدتمند حضرات اُنکے معبد یعنی خانقاہ فیض پناہ کو مرتب منور منقش۔ مذہب اور مرتب کرنے کی طرف لگ گئے ہیں لیکن جس مواد سے دنیا میں اس مصلح اعظم۔ عارف اعلم اور عالم افخم کے تبحر علمی کا ڈنکا بج جاتا وہ طاق نسیاں میں کیڑوں مکوڑوں کا مائدہ بن گیا ہے۔ جب مرورِ زمانہ سے وہ مواد بالکل ناقابلِ استعمال بن جائے گا لہٰذا آنے والی نسلوں کے واسطے بغیر خانقاہ معلیٰ کے اس مایۂ نازِ مجاہد اکبر کا

کوئی نشان باقی نہیں رہے گا۔ جناب امیرؒ کے سیاست نامہ یعنی
کتاب ذخیرۃ الملوک کا صرف ایک اڈیشن آج تک چھپ گیا ہے
جو کہ بالکل ختم ہو گیا ہے اور اب کہیں سے دستیاب نہیں ہوتا۔
اس کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ اور وہ بھی چھپ چکا ہے لیکن مسلمانوں
کے جمود و خمود کا یہ حال ہے کہ ایک اڈیشن سے زیادہ نہ چھپ گیا ہے
کیوں کہ مسلمان تعلیمیافتہ طبقہ کی گھریلو لائبریروں میں شیکسپیر
ملٹن۔ ڈارون۔ کارل مارکس وغیرہ کے سے
بھری ہوئی کتابوں کی ضرورت ہے۔ دین کے علوم کی کتابیں اُن
کے گھروں میں کیوں دخل پائیں۔ اور اُن کے دل اُسلام کی عظمت
اور معرفت کے نور سے کیوں بھر جائیں بہرحال یہ شکوہ ہے۔
خداوند کریم مسلمانوں کو اس تساہل اور تغافل سے جو کہ امورات
دین میں اُن سے ظاہر ہوتا ہے نکال ڈالے اور انکو سلف صالحین کے
مآثر کو محفوظ اور برقرار رکھنے کی توفیق عطا کرے آمین۔
اوقاف کمیٹی انتظامیہ خانقاہ معلٰی کے جنرل سیکریٹری مسٹر
غلام احمد ہمدانی۔ المعروف زہرہ نے جو کہ ایک جوشیلا نوجوان

تعلیم یافتہ مسلمان ہے۔ اور جناب امیر رضؓ سے اسکو خاص عقیدت ہے اس امر کا تہیہ کیا ہے کہ خواہ کچھ ہو یعنی حضرت امیر رضؓ کے تصانیف کو زاویہ خمول سے نکال کر منصۂ شہود پر لا کر معہ ترجمہ شایع کیا جائے۔ اور جناب امیر رضؓ کے ایک اور عقیدتمند مرید یعنی پیر زادہ غلام محی الدین نوری نے مسٹر ہمدانی کی صدا کو لبیک کرتے ہوئے اپنے مغبوضہ کتب خانہ سے تصانیف حضرت امیر رضؓ شایع کرنے کیلیے دینے کا التزام کیا ہے۔ اگر مسٹر ہمدانی کا جذبۂ ارادت اور پیر زادہ صاحب موصوف کا جوش عقیدت ایسا ہی رہے اور کتابیں بمعہ ترجمہ شایع ہوں تو نہ صرف صاحبان موصوف دنیا کو جناب امیر رضؓ ہمدان اور اُن کے ذخیرۂ علمی سے روشناس کرینگے بلکہ ایک اہم اسلامی خدمت انجام دیں گے۔ رسالہ ہذا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے مسٹر ہمدانی نے کسی اور صاحب کے سپرد اس کا ترجمہ کرنا کیا تھا اور جب انہوں نے ختم کر کے دے دیا تو مجھے اس ترجمہ کو درست اور صحیح کرنے کا کام تفویض کیا گیا لیکن جب میں نے دیکھا تو ترجمہ بالکل غلط اور دور از حقیقت تھا میں نے مسٹر ہمدانی سے اس امر

کا اظہار کیا تو انہوں نے اصرار کیا کہ اس رسالے کا ترجمہ ہونا ضروری ہے۔ مجھے اپنی کم مائیگی اور بے علمی کا پورا پورا احساس تھا۔ لیکن فرط عقیدت نے جو کہ سلف صالحین سے مجھے ورثہ میں ملا ہے اور اس خادمت نے جو کہ میرے والد مرحوم حافظ عبد المجید صاحب نے ساری عمر اس کعبۂ ثانی میں انجام دی ہے اس بات کا تشویق دیا کہ میں بھی اپنی بضاعت کے مطابق یہ تھوڑی بہت خدمت انجام دے سکوں۔ ورنہ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا۔ میری کیا بضاعت۔ صلاحیت اور قابلیت ہے کہ اسلام کے اس محسن اعظم کے تصانیف کا ترجمہ کر سکوں یا انکی تمہید لکھ سکوں یا اُن کی تعریف و توصیف کا عشر عشیر بھی ادا کر سکوں لیکن اگر اس خادمت سے اپنی ہیچمدانی اور ہیچمیرزی کا ثبوت دیتے ہوئے اُن کے کوئے ارادت میں خاکساروں کے زمرہ میں منسلک ہو جاؤں جیسا کہ میرے آباد کرام رہے ہیں۔ تو یہی دین و دنیا اور عقبیٰ میں میری سرخروئی کا باعث ہوگا۔ و باللّٰہ التوفیق۔

خاکسار درگاہ صمدانی:۔ محمد طیّب صمدانی عفی عنہ

تمہید از حضرتِ شارحؒ

الحمد للہ ربّ العلمین وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمدٍ و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

امابعد:- سید علی ہمدانی کہتا ہے کہ اس بات کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ صوفیوں کے کلام نظم و نثر میں بعض ایسے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں جنکے لغوی معنے کچھ ہوتے ہیں اور اصطلاحی معنی کچھ اور اُن کے ظاہری اور لغوی معنی نہیں لیئے جانے چاہیئے کیونکہ اُن الفاظ کے اس علم میں کچھ اور ہی مفہوم اور مطالب ہوتے ہیں۔ صوفیوں کی اصطلاح میں جو کہ اُن میں رائج ہیں میخانہ بتخانہ خمخانہ۔ اور شراب خانہ عارف کامِل کے باطن کو کہتے ہیں جس میں حقیقتوں کے عرفان کے لیئے ایک وجدانی جذبہ موجود ہوتا ہے۔ ترسا اس مردِ کامل یا روحانی شخص کو کہتے ہیں جو بُری صفتوں سے آزاد ہوا ہو اور اسکے نفس امّارہ میں تبدیلی (اچھی عادات کی طرف) پیدا

ہوئی ہو۔ اور وہ اچھی عادات و اوصاف سے موصوف ہوا ہو۔
نزسا بچہ اُن غیبی واردات (قلبی کیفیات) کو کہتے ہیں جو کہ علاوہ
اور اوصاف کے سالک سے ظاہر ہوتے ہیں۔ دیر اور خرابات
عالم روحانی اور عارف کامل کے باطن کو کہتے ہیں گبر اور کافر اس
اس شخص کو کہتے ہیں جو توحید میں یک رنگ ہوا ہو اور جس
نے ماسوی اللہ سے منہ موڑ کر نیستی کے عالم میں جگہ پائی ہو۔
مے (شراب) اس ذوق کو کہتے ہیں جو سالک کے دل میں پیدا
ہوتا ہے اور اُسے مسرور و بشاش کر دیتا ہے۔ ساغر اور پیمانہ
اس رات کو کہتے ہیں جس میں عارف کو انوار غیبی کا مشاہدہ اور
حقایق و دقایق راہ سلوک کا ادراک ہوتا ہے۔ زنار دین میں
یک رنگ اور یکسو ہونے اور یقین کے راستے میں حد سے گذر
جانے کو کہتے ہیں۔ کلیسا اور کنشت سے یقین کی دنیا اور عالم شہود
مراد ہے۔ یار۔ دلدار۔ محبوب۔ صنم۔ نگار۔ دوست روحانی
حقیقت میں تجلی صفاتی کا نام ہے۔ غمزہ اور بوسہ سے روحانی
فیض اور جذبۂ باطن مراد ہے جو کہ سالک کو حاصل ہوتے ہیں۔

جہاں کہیں محبوب کے لب و دہان کا ذکر آتا ہے اُن سے صفت حیات
مراد ہے۔ چشم و ابرو اسکے جمال کے اوصاف ہیں۔ کلام الہام غیبی
کو کہتے ہیں جس کا سالک کو القاء ہوتا ہے۔ رند۔ قلاش۔ اور قلندر
روشن ضمیر تارک الدنیا کو کہتے ہیں۔ جو لالچ اور حرص۔ نفسانی خواہشات
اور شہوات سے مبرا ہوا ہو۔ مست اور شیدا صاحب شوق اور صاحب
جذبہ لوگوں کو کہتے ہیں بادہ فروش سے مرشد کامل مراد ہے۔ ساقی اور
مطرب سے اہل معنی یا روحانی شخص کو ترغیب دینے والے اور فیض
پہونچانے والے مراد ہیں۔ فرعون۔ شداد اور کافر موحد اصلی کو کہتے
ہیں۔ خداوند کریم اس شخص پر رحم کرے جو ان کلمات شریف کو دیکھے
ان کے مؤلف۔ کاتب اور قاری پر اور تمام مسلمان مردوں اور
عورتوں پر اسکی رحمت ہو۔ اے رحم کرنے والے اپنی رحمت سے
ڈھانپ لے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حمد اور کامل شکر اس خالق ودود کے شایان ہے جس نے الفت کی صفائی اور محبت کی وفا کو اپنے جمال کے پرتو کے دیوانوں کی جان کا تاج اور ٹیکا اور اپنے جلال کی آگ سے دل جلوں کے ذوق کی کلید بنایا۔ وہ ایسا بخشش کرنے والا ہے کہ اس نے درد کی بظاہر سیلی شراب یا تلچھٹ سے مست لوگوں اور اشتیاق کی جلن سے مغموموں کو اپنی عنایات کی فرحت بخش شراب کے پیالوں سے سیراب کیا وہ ایسا مہربان ہے جس نے کرم کی مہربانیوں نے تاریک مٹی کے ناتمام خاموں اور ناقص لوگوں کو عنایتوں کی متواتر بارش کے انوار سے جمال کی چوٹی تک پہونچایا۔ ایسا جمیل ہے کہ اپنے جمال کے نور کے ساقی کے ذریعہ سے نقصان کے میدان میں سرگرداں لوگوں اور غم کے کونے میں رہنے والے بیچاروں کو شربت وصال پہونچائی۔ اپنے نفس رحمانی کو روشن کرنے سے عرصۂ وجود میں چلنے والوں کو اپنے

دربار میں بار عام دیا۔ حقائق عرفانی کے رازوں کی بارش سے خطۂ شہود کے شیدائیوں کو تسکین بخشا۔ پاکیزہ صلوات اور نامی درود اس صاحب علم پر جو کوثر کا مالک اور اہل محشر کا پیشوا ہے۔ حقایق عرفانیہ و معرفت کا سمندر اور آسمان تحقیق کا بدر کامل۔ ابنیا کا سرتاج اور دو جہان کا بادشاہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہو اور ان کے اہل بیت اور اصحاب پر ہو۔ جو معرفت کے رازوں کے کھولنے والے اور جلال کے انوار کی تعریف کرنے والے ہیں۔ بعد اسکے بندہ جانی علی ابن شہاب الدین ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے (خدا اپنے کرم سے اس کو بخشدے اور اُسے اپنی نعمتوں کے شکر کرنے کی توفیق عطا کرے) چونکہ بڑے بڑے ولیوں اور ابنیاء علیہم السلام کے وارثوں یعنی علماء ربانی کی ایک بڑی جماعت جو کہ میدان عرفان کے شیدائی اور شراب معرفت کے سودائی ہیں۔ ایک ایسی قوم ہے کہ ان کی پاکیزہ روحوں اور روشن اسرار نے ازلی اور ابدی رازسرمدی پردوں کے اندر دیکھیں ہیں اور محبت کی لذت کا ذوق اسکی سخاوت اور مہربانی کے پیالے سے کھ لیا ہے شہود کے مسندوں پر اس کے جمال کے سائبانوں اور شہ

کے سایہ میں پلتے ہیں۔ شراب محبت کے پیالے قرب (خدا کا قرب)
کے ساقی کے ہاتھ سے پیتے ہیں۔ جب وہاں (عالم روحانیت میں)
اسکے جمال کے رازوں کی تلاش میں توحید میں مست ہوئے ہیں۔
یہاں (اس دنیا میں) اس نشہ کے خمار کو دوام کی غرض سے عشق
کے میخانہ میں محبت الٰہی کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ اور یہ قوم کیفیات
کے حقیقی اسرار کے میخانہ۔ زلف اور خال کی لباس میں ارباب کمال
کے کانوں تک پہونچانے لگے۔ غفلت کے گڑھے میں پڑے ہوئے ظاہر
بینوں کی ایک جماعت نے جن کو ان باریک باتوں کے سمجھنے کا حصہ
نہیں تھا۔ اس قوم کے اشارات کو بیہودہ خرافات تصور کیا چونکہ
قصیدہ تائیہ مصنفہ شیخ ابوحفص فارض مصری قدس سرہٗ جو کہ ایک
محقق عارف ہیں اُسی قسم کا تھا کہ اسکے ابیات کے ابواب لطایف
حقائق سے پُر تھے اور اسکے الفاظ کے سبب دقائق کے جواہرات سے بھر
پور تھے۔ مدامہ۔ میخانہ۔ پیالہ اور ساقی کی ذکر سے جو استعارات پر
مبنی تھے حملو تھے۔ اور یہ اشارات اسکے ہمیشہ رہنے والے چہرے کے جمال
کی تجلیات کے نتیجہ پر منحصر تھے۔ اسواسطے کندہ ناتراش غافلوں کے انکار

نزدید کرنے اور بیہودہ طعنہ دینے والوں کی ہٹ کا اثر دور کرنے کی غرض سے ہر بیت کے ترجمہ کے ساتھ چند کلمے مختصر طور پہ لکھے گئے اور ان اشارات کی حقیقتوں اور رموزات کی باریکیوں اور استعارات کی نزاکتوں اور ان اصطلاحات اور باریک باتوں کی نادرت کی طرف جو اس جماعت میں رائج ہیں حتی الوسع اشارہ کیا گیا اور اس وجہ سے۔ کہ اس غیب کے ستھرے مضمون کے ابتدائی اشارات اور عبادات کے مفہوم سالکوں کے مذاق کے فرق اور تفاوت کو واضح کر دینے والا اور عارفوں کے حالات کی بوقلمونی کی حد بندی کرنے والے ہوں گے اس رسالہ کو مشارب الاذواق نام رکھا گیا۔ کیونکہ ہر ایک سالک کو حقیقت، کیف وجدان کے لیے عرفان کا ایک خاص مشرب (مسلک) اور ہر چکھنے والے کو ایک خاص شربت اور ہر پینے والے کو ایک خاص نشہ ہوتا ہے۔ جو کہ اس کے سوز دروں کے امتیاز و اختصاص کا دیدہ کے حدوں میں سے ہر حد میں اور شہود کے درجوں میں ہر درجے میں بمضمون لِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا (ہر ایک کے لیے جیسی کہ عمل کرے درجہ ہوتا ہے) باعث بن جاتا ہے اس قوم کے الفاظ کا

معنی سمجھنا اُن اصطلاحات جاننے پر جو اس جماعت کے لئے مخصوص ہیں اور اس راہ پر چلنے والوں کے اقوال کے ساتھ منسوب ہیں منحصر ہے۔ اسلیے ابیات کا ترجمہ شروع کرنے سے پہلے حقیقتِ محبت کے بیان کرنے میں اسکے ذوق شرب رش سکر مراتب لوازم عوارض اقسام اور حقایق میں ایک تمہید اور مقدمہ لکھنے کی ضرورت پڑی۔ وباللہ التوفیق۔

اے عزیز جان لے کہ اس جماعت کے پاس محبت کی حقیقت حقیقی جمیل کے جمال مطلق کی طرف کشش اور مفصل میلان اور رغبت حاصل ہونے سے ہے کیونکہ ہر ایک جزو کی کشش اپنے اصل کی طرف ہوتی ہے اور ہر انسان کا اپنے ہم جنس کے ساتھ اُنس ہوتا ہے حدیث نبوی ؐ میں آیا ہے ان اللہ جمیل و یحب الجمال خدا خود خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو دوست رکھتا ہے۔ چونکہ جمال جمیل مطلق کی ازلی صفت ہے اور جمیل نام رکھنا یا کسی کو جمیل سمجھنا کسی بھی صورت میں غیر از جمیل کے جس کو نشان اعلےٰ اور اغلب ہے اور کسی کے شایان نہیں پس حقیقت میں جمیل ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتا ہے۔ ایک ہی جسکا

کوئی شریک نہیں پس جو خوبصورتی اور جمال مخلوقات کے مختلف درجوں۔ افراد و اشخاص کے وجود کے صفحوں اور موجودات کے جلوہ گاہوں پر ظاہر ہوتا ہے وہ اسی حضرت کے جمال کے پرتو ہیں جو صلاحیتوں کے مظاہر اور جلوؤں میں ظاہر ہوتے ہیں اور خصوصیات اور قابلیات کے آئینوں میں عکس فگن ہوتے ہیں۔ (عربیہ) (. . . . .

. . . .) ہر ایک خوبصورت کا حسن اسی خدا کے حسن کا عکس ہے بلکہ ہر ایک حسین کا حسن اسی کا نظیر و عدیل ہے۔

اور یہ میدان اول جمع کے مقام سے جمع کی طرف ہوتا ہے اور یہی مراتب ذات میں جمال ذات کا شہود ہے۔ دوسرا جمع سے تفصیل کی طرف۔ یہ صفت یا تو مرتبہ اقرب میں ہوتی ہے اور وہ صفات کے آئینوں میں دیدار جمال کا شہود ہے یا مرتبہ اوسط میں تو یہاں دیدار جمال افعال کے آئینوں میں سے ہوتا ہے اور آخری اور ادنے تین مرتبہ وہ شہود جمال آثار کے آئینوں میں سے ہوتا ہے۔ یہی ظہور تجلیات الٰہی اور بارگاہ اعلےٰ کے عکس کا آخری درجہ ہے اور اس دنیا میں یہ جمال عکس کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور بفرمان یحبہم

(وہ دوست رکھتا ہے انکو) یحبہ (وہ اُسے دوست رکھتے ہیں) کو چاہتا ہے۔ اگرچہ کائنات کے افراد اور موجودات کے رکن اس حقیقت کو نشانات کے تفصیلی آئینوں میں سے دیکھتے ہیں۔ اور زائل ہونے والے محدود جمال کو اصلی اور کلی مقصد جانتے ہیں اور وصل کی لذّت سے خوش اور ہجر و فراق کے درد کی زنجیروں میں بند ہو جاتے ہیں لیکن خواص میں سے بعضوں کا شہود افعال کے آئینوں میں سے ہوتا ہے اور یہ شہود صفتوں کے خاص مظاہر کے قدروں اور ذات کے انوار کی خاص روشنی میں مختصر طور وجود کا فنا کرتا ہے محبتا ایک روحانی حقیقت اور کیفیت ہے۔ وہ ذوق اور وجدان سے حاصل ہوتی ہے اور اس کیفیت کی لذّت چکھنے والا جتنا زیادہ کامل اور زیادہ روشن دل ہو اتنے ہی اس حقیقت کے اسرار اس میں زیادہ کامل اور اعلےٰ ہوتے ہیں پس اس بات کی حقیقت دراصل ذات واجب الوجود کو حاصل ہے جسکی شان بہت بلند ہے اور پردی سے ممکن الوجود یعنی انسان کو کیونکہ بمضمون اَلْاَمْثَلُ وَالْاَمْثَلُ (مثل اور نظیر زیادہ مانند ہوتا ہے) کیونکہ محبت کی اصلیت (۳)

ارادہ کرنے والے خدا کی سلطنت خاص کے احکام میں سے ہے اور
صفت ارادت ہمیشہ اسکی ذات قدیم کے ساتھ قایم ہے اور اسکا
وجود اسکی قدیم ذات سے ہمیشہ کے لئے اور سب کی خواہش اسی
اصل سے پیدا ہوئی اور یحبهم (وہ اُن کو دوست رکھتا ہے) کی عنایت
یحبونہ (وہ اسکو دوست رکھتے ہیں) کے خزانے کی کلید بن گئی
اور حدیث قدسی میں بہ ہدایت "الا طال . . . . . . شوقاً"
(جتنا زیادہ ابرار کا شوق میری طرف بڑھ جاتا ہے۔ اس سے زیادہ
میرا شوق انکی طرف بڑھ جاتا ہے) انسان کے لئے خدا کی محبت پر ایک
قطعی دلیل ہے۔ لیکن ذات الٰہی کو انسان کے ساتھ محبت ہونے سے
بعض لوگ کم بینی اور تنگ نظری کیوجہ سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن اہل
کشف و تحقیق کے نزدیک مقام محبت کا متحقق ہونا انسان کے کمالات
اور اسکے بلند ترین صفات کا پہلا درجہ ہے چونکہ محبت کی حقیقت
کا نام کلام اللہ کی آیتوں میں صریح اور واضح طور آیا ہے۔ اور کشفی
دلائل سے بھی ثابت ہے۔ کہ محبت معرفت کا ثمرہ ہے۔ اور جس شخص
کو پہچانی ہوئی ذات کے ساتھ جتنی زیادہ جان پہچان ہو۔ اتنی ہی

اسکی محبت زیادہ کامل اور پائدار ہے معرفت کے اسباب پانچ ہیں۔ پہلا نفس اور زندگی کی محبت اور اس کا کمال دوسرا محسن کی محبت تیسرا صاحب کمال کی محبت چوتھا جمیل کی محبت اور پانچواں وہ محبت جو تعارف روحانی سے حاصل ہو۔

(۱) نفس کی محبت:۔ یہ امر لابدی طور پر معلوم ہے کہ تمام انسان اپنی بقا کے طالب ہیں اور سب کی کوشش اپنی ذات کی بقا کے لئے نفع حاصل کرنے اور اپنے سے ضرر ہٹانے صرف ہوتی ہے (اسی کا دوسرا نام حب للبقا ہے) چونکہ اپنے وجود کی محبت انسان کی فطرت اور جبلت میں مرکوز ہے اسلئے وجود کے پیدا کرنے والے کی محبت (خدا کی محبت) جو کہ انسانی وجود کا جز اور ظاہر کرنے والا سے زیادہ اچھے پیرائے میں ہونی ضروری ہے۔

(۲) محسن کی محبت:۔ جب اس بات پر غور و خوض کریں کہ کسی محسن کا احسان حالت کی گردش سے حاصل ہوتا ہے جو کہ شیون الٰہی کے بدل جانے اور خدائی اسباب کے تسخیرات کی تبدیلیوں سے قطعی علم کی پیدا کرنے والی طاقت محسن کے سر کی تختی پر ثبت

کرتی ہے۔ کہ اُس کی ہیک بخشی احسان کے ثمرات اس شخص کو پہونچانے میں مضمر ہے جسکو کہ احسان کرنا مقصود ہو اور احسان کرنے والے کو احسان کرنے میں بہ طاقت اور جذبہ اتنا بے قرار بنا دیتا ہے کہ اُسے احسان نہ کرنا ناممکن بن جاتا ہے۔ اسلئے محسن حقیقی یعنی باری تعالیٰ محبت کے زیادہ شایاں ہے۔

(۳) صاحب کمال کی محبت:۔ جب کوئی شخص کمال کی کسی صفت سے متصف ہو مثلاً علم یعنی تقوےٰی وغیرہ وہی کمال کی صفت اسکے ساتھ محبت رکھنے کا باعث بن جاتی ہے اسلئے وہ ذات الٰہی جو تمام کمالات کا منبع ہے۔ اور تمام اچھے اخلاق اور محمود صفتیں اُس ذات کے فیض کے کمالات کا ایک قطرہ ہیں۔ اسلئے وہی ذات الٰہی محبت کرنے کے لئے اولیٰ ہے

(۴) جمیل کی محبت:۔ چونکہ عارضی جمال حقیقت میں بغیر عکس اور خیال کے کچھ نہیں جو کہ کثافتوں اور نجاستوں کے پردوں کے پیچھے سے چمکتا ہے اور ساتھ ہر وقت معمولی عارضہ سے تغیر پاتا ہے فی نفسہ بیکار ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس جمیل کی ذات حسن کے جمال کے انوار کے عکسوں

میں سے تمام کائنات کا جمال ایک عکس سے محبت کے لیئے اولےٰ اور انسب ہو۔

(۵) محبت جو تعارف روحانی کے نتایج سے ترقی پذیر ہو جب یہی تعارف روحانی محبت کرنے کا موجب بن جائے تو وہ تقدیر کا پیدا کرنے والا جس نے ازل میں ہی ان اسباب کے ارتباط کا اندازہ بغیر کسی سبب اور حق کے مقرر کیا ہے شک محبت کے لیئے زیادہ شایاں اور مناسب و موزوں ہے۔

اے عزیز جب ان تمہیدی باتوں سے خدا اور بندہ کے درمیان محبت کے رشتے کا ثبوت عقلی اور نقلی دلائل سے واضح ہو گیا اور معلوم ہوا کہ اس ذات باری عز شانہٗ کی محبت کی حقیقت کا تاڑ جانا ظاہری صورت میں بندہ کے لیے مشکل بلکہ محال ہے اور اس قسم کا اعتقاد رکھنا جاہلوں کی سیرت ہے بلکہ خدا کی محبت بندہ کے حق میں ہونے سے اُن الٰہی مہربانیوں کی خوشبو کے جلوے (جھونکے) مراد ہیں جو مہربانی کے صحراؤں سے دریائے ارادت کے موجزن ہونے کے ذریعہ سے جو کہ ظاہر و باطن کے برزخ اور موجودات کے اصول اور اعیان کے غیب کی

کلیدیں ہیں بر انگیختہ ہوتے ہیں اور پاکیزہ مظاہر اور لطیف جلووں
کے ساتھ جو آثارِ قدوسی کے ضامن اور اسرارِ غیبی کے متکفّل ہیں تعلق
پیدا کرتے ہیں اسکے فیض جمال کے صلاحیت والے مستعد دلوں کو جسمانی
نزویرات کے آثار کی میلائیوں سے اور نفسانی شہوات کی ظلمت سے
پاک کرتے ہیں اور انہیں تعلقات اور موانعات کے پردے اُٹھانے
اور رکاوٹوں اور بندشوں کا عذاب ہلنا نے سے بساط قرب تک پہونچاتے
ہیں اور وصال کے سرد و شیریں پانی کے پیاسوں کو مقام شہود میں
انسانیت اور روحانیت کی شراب کی لذت چکھاتے ہیں ۔ بندہ
کی محبت اس بے نیاز کے ساتھ ہونے سے سالک کی سیر کا جذبہ
اس حقیقت کے حاصل کرنے سے مراد ہے جو کہ طالبوں کے سعادت کی
پیدا ہونے کی جگہ اور راغبوں کی کمالات کا منبع ہے اور طالب کے دل
کی خواہش ان حقیقتوں کے نتیجے حاصل کرنے کی ہوتی ہے کیونکہ اس
کے حال کا جمال اس زیور سے عاری اور اس دولت کے نہ پانے کی وجہ
سے ذلت اور خواری کی زنجیروں میں جکڑا ہوتا ہے اور اس کشش کی
رغبت جسے محبت کہتے ہیں جمال کے چار برجوں پر دکھائی دیتی ہے اور

ہر ایک میں چار دفعہ ظاہر ہوتی ہے۔ خاص[1]۔ عام[2]۔ اخص[3]۔ اعم[4]۔

(۱) خاص یہ ہے کہ اس کا طلوع روح قدسی کے عالم جبروت میں ذات کے جمالی تجلیات کو مطالعہ کرنے کا نتیجہ ہو اور یہ صدیقوں کا درجہ ہے۔

(۲) اخص یہ کہ اس کا ظہور عالم ملکوت میں جمال صفاتی کی حقیقتوں کو مکاشفہ قلبی کے ذریعہ مطالعہ اور مشاہدہ کرنے کا نتیجہ ہو یہ مقربوں کا درجہ ہے۔

(۳) عام یہ کہ جس کا ظہور جمال افعال کی خصوصیتوں کو عالم غیب و مثال میں ملاحظہ نفس کے ذریعہ ہو یہ مقام سالکوں کا ہے۔

(۴) اعم یہ کہ اس کا ظہور مشاہدہ حس کی راہ سے عالم شہود میں ہو یہی طالبوں کا ابتدائی مقام ہے۔

ذاتی محبت تغیر و تبدل کے قابل نہیں کیونکہ یہاں پر محبت کے وجود کی کشتی احدیت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اسکے ذاتی صفات کی ہستی دریائے فنا کے ساتھ مل چکی ہے اور بود و نابود کے اسفل ترین طبقہ دوزخ میں بند ہے۔ شہرت اور کامیابی کے حال سے چھوٹی ہے۔ اس مقام پر متقابلہ صفتوں کے نام و حارت کا رنگ پاتے ہیں۔ جب

تک تو ہے (جب تک انسان کی ہستی اور خودی کا پردہ حائل ہے)
تب تک یہ نیک و بد کے جھگڑے ہیں جب تم ہی (دریائے وحدت ہی)
گم ہوئے تو پھر یہ سب دیوانگی ہے جو اپنے سورج میں کرن کی طرح
جذب ہوا یقین جان لے کہ اس نے نیک و بد ہی نہ دیکھا (یہ ترجمہ ان
ابیات کا ہے) ؎

"تا تو باشی نیک و بد انجا بود ؛ چو نتو گم گشتی ہمہ سودا بود
ہر کہ او در آفتاب خود رسید ؛ تو یقین میداں کہ نیک و بد نہ دید

صفات کے جمال کا عاشق قید سے خالی نہیں کیونکہ مختلف صفات کے
اثرات کو دیکھنا فرق اور تمیز کا اقتضا کرتا ہے۔ اس مقام پہ اُڑنے
والے کی ہمت صفات لطفی کے دیکھنے ہی بغیر لذت حاصل کرنے کے آثار
تک پہونچنے کی خواہشمند ہوتی ہے۔ جمال افعال صفات کے جمال سے
زوال کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور جمال افعال کا عاشق بہت جلد
جہد سے احسان کے فیض کے آثار تک پہونچنے کے لیے بند ہوتا ہے
اور فضل و کرم کے طریقوں اور تغیرات کے نتیجوں کو پورا کرنے میں خوش
رہتا ہے ان دونوں طریقوں کا محب مطالب کے حاصل کرنے اور

خواہشات کے آثار تک پہونچنے کے مطابق تغیر و تبدل سے نڈر اور بیباک نہیں چنانچہ آیہ کریمہ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ...... المبین (سورہ حج) جو کوئی راہ عشق چلتا ہے۔ اگر اسکو بھلائی مل جاتی ہے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو کسی وقت بگڑ جاتا ہے۔ دین اور آخرت میں اسے نقصان ہے" اس مضمون پر دلالت کرتا ہے لیکن جمال آثار جو کہ جمال ذات احدیت کے افتاب کے انوار کی کرنوں کا ایک پرتو ہے اور اسمائی صفاتی۔ افعالی اور آثاری پردوں کے پیچھے سے روحانی حسن صورت کی تجلی کے ذریعہ اجسام متناسب میں ظاہر ہوتا ہے اور مجازی محبوبوں کے زلف و خال ناز و انداز عشوہ و غمزہ کے محاسن طالبوں کو جمال کے کمال تک پہونچنے کی کوشش میں مطیع بناتے ہیں اور زلال وصال کے پیاسوں کی ہمت اڑا دیتے ہیں تاکہ طبیعت کو ظلمت میں رہنے والے اور غفلت کے میدان کے سرگرداں عشق مجازی کے آگ کی جلن کو حقیقی عشق تک پہونچنے کا پل بنائیں اور اس مبارک ہما کے سایہ کی برکت اور اس نیک فال رفرف کے اقبال کے نور سے ہمت کا گھوڑا ناسوت کے اندھیرے

گھر سے نکال کر لاہوت کے عالم روحانی میں دوڑائیں اور ظاہری خوب صورتی کے جمال اور مجازی خوبی اور جمال کی نزدیکی اور فریب میں گرفتار ہوکر جو گندگی کے پردے کے پیچھے سے اور ناپاکی کے بدتن (جسم) سے ظاہر ہوتی حقیقی حسن کے کمال کو تلاش کرنے سے رک نہ جائیں ؎

در عشقِ رُوے او نہ حدوث و قدم مبیں
کہ سالکِ رہی تو وجود و عدم مبیں

از پر تو جمال حقیقی بسوز پاک
گم کردہ در فنا و نگر بیش و کم مبیں

مردانہ بگذر از ازل و ز ابد تمام
سرِ ازل بخواں تو نہ لوح و قلم مبیں

ہر حسن یک رقم ز کتاب جمال اوست
در دفتر جمال تو گم شو رقم مبیں

— ۵ —

جمال یار کی لو میں نہیں حدوث و قدم
سلوک راہ میں آتا نہیں وجود و عدم

جلے جو پرتوِ حسن ازل سے پروانہ
فنا میں مست ہے اسکو نہ فکر بیش نہ کم

گذر جو جائے ازل اور ابد کے دھندے سے
ازل کے راز کا محرم ہو نہ بند لوح و قلم

جمال یار کے پرتو میں سب حسیں یہاں
جمال ذات میں گم ہو نہ چھوڑ دے یہ رقم

(مترجم)

(ترجمۂ ابیات فارسی) اس معشوقِ حقیقی کے جمال کے عشق میں حادث اور قدیم کی طرف نہ جا کیونکہ حادث یعنی مجازی حسن بھی اُسی قدیم جمال کا عکس

ہے۔ اگر تو سلوک کے راستہ پہ چلتے ہو وجود و عدم کی طرف نہ دیکھ
ہستی۔ خودی نیستی اور بے خودی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ
مدعا سلوک راہ ہے۔ جمال حقیقی کے عکس اور پر تو سے مکمل طور پر
جل جا اور فنا میں گم ہو جا۔ زیادہ اور کم کے جھگڑے میں نہ پڑ۔ ازل
اور ابد سے مردانِ خدا کی طرح گذر جا۔ ازل کے راز سے واقف ہونے
کی جد و جہد کر اور لوح و قلم کے بحث میں نہ پڑ۔ ہر حسین کا جمال اُسکے
جمال کی (خدائے جمیل کے) کتاب کی ایک تحریر ہے۔ جمال کی کتاب
میں کھو جا اور تحریر کی طرف نہ دیکھ۔

ان ابیات سے جناب امیرؒ یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ
مجاز صرف حقیقت کا ایک عکس ہے۔ اور عکس میں ہی سالک راہ
اور عاشق صادق کو گرفتار نہیں رہنا چاہیے بلکہ مجاز کو حقیقت تک
پہونچنے کا ایک واسطہ سمجھنا چاہیے مجاز ذریعہ ہے مدعا حاصل کرنے
کا۔ مدعائے سلوک جمیل حقیقی ہے۔ اسی مضمون کو پیر عزیز اللہ حقانی
مرحوم نے جو کہ اسی سلسلہ (کبروی) کے ایک سالک تھے کشمیری میں
یوں ادا کیا ہے۔

دلو ہا عشق کے پروانہ پہ زال — بہ شمع لیوے جاناں جان دِل گال
سی نا دردو سودائے مجازی — بنی نا تا حقیقت کار سازی
اَمی شمہ چھوی ترون یدوی سرک راہ — کہ کی وہ بدار جاں ادہ نوم کی راہ
(مترجم)

اے عزیز جان لے اس راہ پر بعض چلنے والے اجتہاد پر سابقہ
کشف ہونے سے محجوبوں کے درجے میں رہتے ہیں (عقلی اجتہاد کرنا
سلوک راہ الٰہی میں حجاب پیدا کرتا ہے چنانچہ حدیث اَلعِلمُ حِجَابُ
اللّٰہ الاکبر اسی کی طرف اشارہ ہے مترجم) بعض طالبان کا گروہ
ماسبق جد و جہد کی وجہ سے محبوبوں کے درجہ میں رہتے ہیں۔ یعنی اور
محبوبی کی نسبت محب کی ذات کی لازمی باتوں اور لواحق میں سے ہے
اور محبت کی حقیقت اپنی ہی خاص ذات میں تقیّد اور تنزّہ (قید
ہونے یا آزاد ہونے) سے آزاد اور پاک ہے، اور اسکے فیض کے آثار تمام
محبتوں کو پہونچتے رہتے ہیں اگر محبت کا سورج عنایت کے آسمان
سے وجود کے صحرا پر نہ چمکتا کوئی محب جد و جہد کے میدان میں طلب
کرنے کی خواری میں وصل کے ہُما کے سایہ کی عزت نہ پاتا اگر عاشق
کے آثار کی سرایت عاشقی اور معشوق کے سزاوار آئینوں کے شاملِ حال

یعنی جمالِ حقیقی کے سورج کی چمک محبوبیت کی عزت کی بلندی سے محبی کی خواری کی پستی کی طرف کب رُخ کرتی اور جبکہ یہ بات عقلی دلائل سے معلوم ہے کہ عزت۔ ناز اور افتخار محبوب کا شیوہ ہے نرمی اطاعت اور عاجزی محب کا لباس ہے اور یہ دونو صفتیں متضاد ہیں۔ دو ضدوں کا ملنا محال ہے صرف اس ذاتِ حقیقی کے لیے جو اضداد کا ملانے والا ہے (محال نہیں) اور وہ محبت ہے کیونکہ اگر محبت کی تیز تجلیوں کی کڑک ہر محب اور محبوب کا عارضی لباس اُن کے جسم سے نہ اُتاریں کوئی محب وصال کی مجلس میں ملاپ کی شربت نہ پیتا یہی وجہ ہے کہ اصحاب کشف محب میں محبوب کی بو پاتے ہیں اور محبوب میں محب کی حقیقت کا رنگ دیکھتے ہیں اور محبی اور محبوبی کے لگاؤ کو ایک مبہم امر مانتے ہیں کیونکہ کوئی محب محبت کے میدان میں عاجزی اور نیاز کا قدم محبوب کی ظاہری اور باطنی صوری اور معنوی مجازی اور حقیقی کشش کے بغیر نہیں رکھ سکتا ہے اور کسی محبوب نے ناز کا جھنڈا عزت کے میدان میں بلند نہ کیا۔ مگر محب کی محبت کا لگاؤ جان کر اور دیکھ کر۔ اسلیے درصل ہر ایک محب محبوب اور محبوب محب ہے

یہی بار یکیاں محب کے اسرار کے عجائبات میں سے ہیں۔ پھر جب محبت کا سورج وحدت کے برج سے چمکے حسب ونسب اور تعلقات کا سایہ عدم کی طرف دوڑے۔ محب اور محبوب کا پہچاننے والا دونوں میں بغیر ایک حقیقت کے کچھ اور نہیں پاتا ہے۔ (ابیات)

تو مرا مونس روان بودی	لیک از چشم سر نہاں بودی
از تو می یافتم خبر بگمان	چوں شدم بیخبر عیان بودی
من خود اندر حجاب خود بودم	ورنہ با من تو درمیان بودی
جانم اندر جہاں ترا میجست	تو خود اندر میان جان بودی
تو مری جاں کے رہے ہمدم	آنکھ سے دور تھے مگر ہردم
عقل سے تیرا علم پایا تھا	تجھے عیاں تم ہوا جو نہی بیدم
اپنے پردے میں میں رہا محجوب	تو نے ہرگز کیا نہ مجھ سے رَم
میری جاں تجھکو ڈھونڈتی ہی رہی	جاں میں تھا روان تمہارا ہم المترجم
تم میری جاں کے ساتھ تھے	لیکن ظاہری آنکھ سے اوجھل تھے
عقل سے میں تیرا پتا پاتا تھا	جب بیہوش ہوا تو تجھ کو نمایاں دیکھا
میں خود ہی اپنے پردے میں تھا	ورنہ تم میرے ساتھ تھے

دنیا میں میری جاں تجھ کو ڈھونڈتی تھی۔ لیکن تم میری جان کے
اندر موجود تھے۔

اے عزیز جان لے کہ بعض اہل عرفاں کے نزدیک محبت کے
اصول۔ اور صفات کو چند اعتبارات کے مطابق بیان کرتے ہیں مثلاً
صبابہ۔ شوق۔ رمقہ۔ ومقہ۔ وُدود۔ خلّت۔ حب۔ توقان عشق
اور ہوئی وغیرہ۔ پہلا درجہ لحظ اور رمقہ ہے یہ محبت کا مادہ اور
دوستی کی جڑ ہے اور اسکو محبت کے درجوں میں شمار کرتے ہیں اگرچہ
ایسا نہیں ہے کیونکہ لحظ اور رمقہ کو محبت کے ساتھ وہی نسبت ہے
جو نطفہ کو آدمی کے ساتھ۔ چنانچہ نطفہ کو آدمی نہیں کہتے ہیں اس لئے
لحظ اور رمقہ کو بھی محبت نہیں کہتے ہیں۔ دوسرا مرتبہ ومقہ ہے اور
وہ نفس ہے۔ اس کیفیت کے جاری ہونے کے لئے جو قوت مدرکہ کو حواس
کی راہ سے حاصل ہوئی تیسرا ہوا وہ مودّت کی ابتدا اور ظہور محبت کا
پہلا درجہ ہے اور خالص محبت کے درجوں میں سے یہ صفت ہے۔ چوتھا
مرتبہ وُدّ ہے وہ اُس راز کا ثبوت ہے جو کہ نفسانی خواہشات کے گرنے
سے محبت کے باطن میں حاصل ہوتا ہے۔ پانچواں خلّت وہ عاشق کے

روحانی قوتوں کے بیچ میں محبت اور عشق کا گتھ جانا اور اُن کے ساتھ آمیختہ ہونا ہے۔ چھٹا حق ہے۔ وہ محبت کے راز کو غیر محبوب کے ساتھ لگاؤ رکھنے سے آزاد کرتا ہے۔ اور مطلوب کے بغیر دوسروں نقوش سے دل کے آئینہ کو صاف کرتا ہے۔ ساتواں عشق:۔ وہ محبت کی حد سے زیادتی ہے اس لیئے لفظ عشق اس بے نیاز خدا کی شان پر استعمال نہیں کرتے ہیں کیونکہ اسکی بارگاہ میں افراط و تفریط کے لیئے کوئی گنجائش نہیں ہے لفظ عشق عشقہ سے مشتق ہے۔ وہ ایک پودا ہے جو کہ درخت کے ساتھ لپٹ جاتا ہے اور درخت کو پھل سے محروم کر کے زرد اور خشک بنا دیتا ہے۔ اسی طرح عشق عاشق کے وجود کے درخت کو معشوق کے جمال کی تجلیات میں محو کر دیتا ہے اور مٹا دیتا ہے۔ تاکہ جب عاشق کی ذات بیچ میں سے اُٹھ جائے اور ناپید ہو باقی معشوق رہے۔ اور بیچارے عاشق کو نیاز کے دروازے سے اندر لیجا کر ناز کے مسند پر بٹھا دے۔ یہی محبت کا انتہائی درجہ ہے۔

شوق۔ صبابہ۔ تودقاں۔ جوی۔ اشجان وغیرہ سب محبت کے لوازم اور لواحق ہیں اور اصل محبت نہیں ہیں۔ جیسا کہ برق۔

وجد۔ ذوق۔ شراب۔ رے اور سکر محبت کی ابتدائی باتوں عوا
اور لوازمات سے ہیں۔ ذیل میں ہر ایک کی طرف اشارہ کیا جائے گا
اور سمجھانے اور تعریف کرنے کے خاطر مختصر طور بیان کیا جائے گا۔
اے عزیز! جان لے کہ برق عالم غیب کے باغوں کا ایک گلا
ہے جو کرم کے میدانوں سے عنایت کی پہلی قسط کے ذریعہ کمالات روح
میں جد و جہد کرنے والوں کی جانوں تک پہونچتا ہے۔ اور ناسوتی
حقیقتوں میں وجد سے پیچھے ظاہر ہوتا ہے۔ وجد سے مراد وہ غیبی وار
(قلبی حالت) یا اثر محبت یا اسکا ماحصل ہے جس سے طالبوں کے د
عنایت کی تجلیوں کے آثار حاصل ہونے کی امید ہے یا ان کے ہاتھ سے
جانے کے خوف سے خوشی کی لذت اور غم کی کلفت سے متاثر ہو جاتے
ہیں۔ ذوق سے مراد تجلیات افعالی کی ابتدائی باتیں اور تجلیات صفاتی
کے درمیانی درجہ کے اثرات کے نتیجوں کی شراب کا پینا ہے۔ ری سے
مطلب ہے کہ سالکوں کی عقل کی تلی جلی شراب کی انتہا اور عارفوں کے
دل کے آئینے افعالی تجلیات کے راز کے ایما اور اشارہ سے اور صفاتی
تجلیات کے انوار کے عکسوں سے فیض حاصل کر سکیں۔ سکر سے مطلب

کسی مدہوش کرنے والے وارد غیبی کا نازل ہونا ہے۔ جو کہ غلبہ کے دبدبہ اور حملہ سے حواس کو محسوسات کے سمجھنے اور درک کرنے سے روکتا اور نفس کو مرغوب اور غیر مرغوب کے درمیان فرق کرنا بھلا ڈالنے والا بنتا ہے اور ظاہری اور باطنی سکر میں فرق عقل کے نور کی کرنوں کے نفس اور حس سے دور ہو جانے کی وجہ سے ہے کیونکہ عقلی نور کی چمک جو طبیعت کے اندھیرے کی بیہوشی (نابودی) سے اور مزاج کی تبدیلی سے ظاہر ہوتی ہے ظاہری سکر کا سبب ہے اور نور شہود کے غلبہ سے اسی سکر کو سرزنش تنبیہ اور تصعید کرنا سکر معنوی کا باعث بن جاتا ہے۔ کیونکہ نور کی حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اندھیرے کے نازل ہونے سے نور پوشیدہ ہو جاتا ہے اسی طرح زبردست اور غالب نور کے طلوع ہونے سے بھی چھپ جاتا ہے اور اس مدہوش کرنے والے وارد کی سلطنت سلطنت شہود کے درمیان ہے۔ لیکن جب مشاہدہ کرنے والے کا حال تغیر کی آلودگی سے بے خوف اور نڈر ہو جائے اور تکرار کے طور پر اور مقام پر قرار حاصل کرنے سے سالک کا مقام بن جائے اور شہود کی حقیقت ہمیشہ دیکھنے کی وجہ سے دیکھنے والی کی انیس بن جائے اور وجدان حاصل

ہمیشہ ساتھ رہنا اور دائم

کرنے والے کے وجود کے جو اس سے ملا ہے اجزا ہیں سے ہر جزا اپنے جنس کے ساتھ رسائی سے اُنس حاصل کرنے کی وجہ سے اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے اور حسی اور نفسی تبدیلیوں کے دوڑ دھوپ کا میدان نورِ عقل کی کرنوں سے روشن ہو جائے اور دوبارہ متفرقات اور محسوسات کے درمیان فرق پیدا ہو جائے تو اس حالت کو صحو ثانی یا جمع الجمع کہتے ہیں جب یہ ابتدائی امور واضح ہو گئے اور پایہ تحقیق کو پہونچے اُس کے اب ابیات کی تشریح (قصیدہ میمیہ کی) خداوند کریم کی امداد اور اس کی یاری سے شروع کی جائے گی (یہاں تک تو تمہید حضرت شارح رضؓ نے لکھی ہے اب قصیدہ اور اسکی تشریح ہے۔

(متن) (۱) شربنا علی ذکر الحبیب مدامۃ
سکرنا بہا من قبل ان یخلق الکرم

(رباعی) روزیکہ مدار چرخ و افلاک نبود :: و امیزش آب و آتش و خاک نبود
بر یاد تو مست بودم و بادہ پرست :: ہر چند نشانِ بادہ و تاک نبود
(ملا جامی)

ترجمہ متن:۔ ہم نے دوست کی یاد میں ایسی شراب پی جس کے نشہ سے ہم انگور کے پیدا ہونے سے پہلے مست ہو چکے تھے۔

ترجمہ رباعی :- جس دن آسمان کی گردش موجود نہ تھی اور عناصر آب و خاک و باد و آتش نہ ملے تھے - اے محبوب میں اسی دن سے تمہاری یاد میں مست ہو کر شراب پیتا تھا - اگرچہ شراب اور انگور کا نشان تک بھی نہیں تھا -

(شرح) اے عزیز جان لے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں آب عرفان کے گھاٹ پر اتارے اور ہمیں اور تمہیں یقین والوں میں سے بنائے - جب اللہ تعالےٰ نے اپنی عنایت اور کرم کی خواہش سے دنیا کے مختلف افراد و اشخاص کو نابودی کی تاریکی سے وجود کے صحرا میں لایا اور اپنے رحمانی تجلیات کے عام کرنے سے ہر کسی کو مناسب صلاحیت اہلیت اور عزت بخشی اور اس عزت کے سرچشمہ سے ہر کسی پینے والے نے امتیاز کی لذت چکھ لی اور خاصکر تجلی رحیمی نے نوع انسان میں سے ایک بڑی جماعت کو ہدایت و ایمان کی خلعت اور عرفان کی عنایت اور بزرگی سے شرف بخشا اور وہی عقلی اور علمی منازل کو پستی سے ذوق غیبی اور شہودی مدارج کی بلندی تک پہونچایا - چونکہ اس کمال کا حاصل کرنا نوعی صفات کے مٹانے اور ذاتی صفات معین کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا - زندگی کے

منحوس لباس کو اُتارنا اور نفسی صفات کے قابو سے آزاد ہونا اُس شراب کے نشہ کے بغیر ممکن نہیں جو کہ صبح و شام حقیقی معشوق کے بخشش برسانے والی ذکر اور یاد کے نتیجوں اور ثمرات سے مودت کے دیوانوں اور محبت کے صحراؤں کے راہ نوردوں کے مذاق جان کو پہونچتا ہے۔ اس نانا پیدا کرنے والی کی کمال حکمت نے چاہا کہ عرفاں کے گھاٹوں سے پینے والوں کی شربت پہلے قدم پر سلسبیل اور زنجبیل کی آمیزش سے ہو تاکہ طلب کے آگ کی گرمی کی تیزی سالک کے صفات کو جلا ڈالے اور پھر طلب کے میداں کے پیاسوں کی پیاس کا روگ شراب کافوری سے بجھایا جائے تاکہ لباس یقین کے حاصل ہونے سے فَنَاءٌ مِنْ تَمْکِیْنٍ وَ بَقَاءٌ مِنْ تَصْدِیْقٍ مشاہدہ ہو اور واردات غیبی اور باطنی رموزات کے تیز شراب کی فیض رسانی سے جمال کے مشاہدہ کے عاشقوں اور اس سیدھے راہ پر چلنے والوں کی جان کے دماغ کو معطر ہو اور اہل جذبات کی زبان اور بیاں کو جو کہ کنوارے دُلہنیں (ناگفتہ اور نادیدہ رموزات) اور اسرار کے پردے میں رہنے والی پیاریاں (اسرار الٰہی جو پوشیدہ ہیں) ہیں مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ (جس نے خدا کو پہچانا اسکی زبان بند ہوئی) کی مُہر سے بند

ہوجائے اور یہی نہیں درجے ذکر محبوب کے قریب ہیں جو محبوب کے عاشقوں کے شوق کی آگ بھڑکاتا ہے اور پانے والوں کے وجد اس کو پورا کرتا ہے اور ایسے عشق میں سرگرداں لوگوں کے دل میں حیرت پیدا کر دیتا ہے۔

اس ذکر سے سالکوں پر امور غیبی اور اسرار الٰہی کے ظاہر ہونے اور انوار الٰہی کے دیکھنے کا ثمرہ مطلوب ہے نہ کہ ایسی باتیں جو عام لوگوں میں مشہور اور رائج ہیں پس چوتھے درجے میں دوسروں کو کامل بنانے والے ولیوں کے وجود کے درخت جو کہ عنایت کی درگاہ کے نزدیک اور مقرب دربار تھے اور ولایت کے میدان کے بلند مرتبہ لوگ ہیں روحانی رازوں کی نزدیکی کی خوشبودار ہواؤں کے چلنے سے اور وحدت کے زر خالص کے پرکھنے سے فطری امراض میں مبتلا لوگوں کو درست بنانے اور حیوانی آلودگیوں میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو منوانے اور پاک کرنے میں بار آور ہو جاتے ہیں اس درجہ پر پہونچ کر وجود ہی نہیں رہتا ہے۔ کیونکہ اس مقام کی درستی وجود حقیقی کے ظہور کی کھوج لگانے اور ذاکر کے وجود کی مذکور کی حقیقت میں کھو جانے سے وہمی ہستی کو مٹانے کے بعد ہو جاتی ہے۔ ان تمام باتوں سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ شراب زنجبیل کا ذوق لسانی ذاکروں (اورادو

وظیفہ خوانوں) کا تحفہ ہے اور شراب کافوری کے پیالے ارباب قلوب
کی قسمت میں آئے ہیں اور سربمہر شراب خالص کے گھونٹ روحانیوں
کی ضیافت اور مہمانی ہیں کیونکہ شرب سے اس جماعت کا مطلب وجود
کے درجوں کے افراد و اعیان کے قبول کرنے اور اُن کے خدا کی ذاتی۔ صفاتی
اور افعالی تجلیات کے فیض کی ہمیشگی سے اُن کی صلاحیت اور اہلیت
کے مطابق عالم افعال کے منازل۔ صفات کی بلندی کے مدارج اور ذات
کی بزرگی کے مراتب ہے تاکہ یہ باریکیاں ملکوتی اسرار کے کمالات اور
جبروتی انوار کے ظاہر ہونے کی باعث بن جائیں میدانِ حقیقت کے
مبارزاں اور مجاہدوں اور طریقت کے کوچے میں تیز دوڑنے والوں نے
یہ شراب مظاہر عنصری اور مناظر بشری میں اَلَسْتُ کی محفل میں
مشیت ایزدی کے ساقی کے ہاتھ سے نوش کیا اور اس شراب کی مستی
دنیوی شادمانی اور شادکامی میں ظاہر ہوئی اور اس نشہ اور سکر کو
آخرت کے وطن میں بجھانے والا بجز شربت موعود یعنی وصال کے اور
کچھ نہیں۔ بیت
اے ساقی ازاں مے کہ دل و دین منست ٭ پیخود نشیم کن کہ ہستی آئین من است

نفریں تو خوشتر ز دعائے دگری ؛؛ زیراکہ دعاے غیر نفریں من است

یعنی اے ساقی اس شراب سے مجھے مدہوش بنا جو کہ میرا دل (ایمان)
اور دین ہے کیونکہ میں نے ہستی کو آئین بنالیا ہے (ظاہری زندگی کو ہی میں
سب کچھ سمجھتا ہوں) تمہاری بد دعا دوسرے کی دعا سے مجھے بھلی لگتی
ہے۔ کیونکہ دوسری کی دعا میرے حق میں دعائے بد ہے۔

عربی قصیدہ کے بیت کے لفظی معنی ذیل میں ہیں۔
اپنی دوستانہ مجلس میں ہم نے دوست کی یاد میں وہ شراب پی جس
سے کہ ہم مست ہوئے بلکہ اس کی خوشبو سے کھو گئے اور یہ حالت
ہماری انگور کا درخت پیدا ہونے سے پیشتر تھی اور شراب کا مادہ شور و
شر سے بھرا تھا

(متن) لھا البدر کاس وھی شمس یدیرھا
ھلال وکم یبدو اذا مزجت نجم

(رباعی) ما ہے است تمام جام و مے مہر منیر ؛؛ واں مہر منیر را ہلال است مدیر
صد اختر رخشندہ ہویدا گردد ؛؛ چوں آتش مے ز آب شود لطف پذیر
(جامی)
(ترجمہ متن) اس شراب کا پیالہ ہمیشہ ماہ تمام ہے اگرچہ خود آفتاب فیض

نہ بنے اور شفاف ہوتے ہیں ہے اور اسکو ہلال کی انگلی ساقی کی طرح
پھراتی ہے اور پانی کے ساتھ ملانے کے وقت بلبلوں کی صورت میں
چمکتے ہوئے تارے پیدا ہوتے ہیں

ترجمہ رباعی :- پیالہ بدر کامل ہے اور شراب آفتاب رخشاں ہے
اور اس چمکتے ہوئے سورج کو ہلال گردش میں لاتا ہے۔ جب شراب
کی آگ پانی سے لطافت پاتی ہے سینکڑوں چمکتے ہوئے ستارے اس
سے پیدا ہو جاتے ہیں

(شرح) مہا کی ضمیر مدامہ کی طرف پھرتی ہے بدر مبتدا ہے اور
کاس اسکی خبر۔ وہی کی واو حالیہ ہے یدیرہا کی ضمیر شمس کی طرف
پھرتی ہے۔ ہلال اور نجم یدیرہا اور پیدا کے فاعل ہیں پھر اس
شعر کے معنی یوں ہوئے :- پورا چاند شراب کا پیالہ ہے حالانکہ وہ
سورج ہے جسکے گرد ہلال گومتا ہے اور اکثر جب شراب کے ساتھ
پانی ملتا ہے تو اس ستاروں کی صورت میں بلبلے اٹھتے ہیں اور
ساقی کے ساتھ ہلال کی تشبیہ اسلئے ہے کہ وہ اہل مجلس میں پیالے
کو پھیراتا رہتا ہے۔ ناظم کا مطلب ان باتوں سے خارجی اعیان میں

اور ممکن ہے کہ اسی عبارت سے وہ حقائق نفسی چاہتا ہے پہلے فرضیہ کے مطابق (خارجی اعیان کے مطابق) بدر سے مراد روح محمدی صلعم ہے۔ جو آفتاب احدیت کا مظہر اور حقیقی محبت کی حقیقت کا برتن ہے اور ہلال سے حضرت علی مرتضےٰ رضؓ مراد ہے۔ جو ذوالجلال کی محبت کی شراب کے پلانے والے اور امیدوں کے میدان کے پیاسوں کو وصال کے سرد و شیریں گھاٹ پر اتارنے والے ہیں جیسا کہ سرکار دو عالم صلعم نے فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضؓ اس کا دروازہ ہے جس طرح ہلال چاند کے بغیر نہیں بلکہ اسی کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح شاہ ولایت رضؓ کو سردار انبیا صلعم کے ساتھ ایسی ہی نسبت اور تعلق ہے جیسا کہ احادیث نبوی صلعم میں متواتر آیا ہے خُلِقْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ۔ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ "مجھے اور علی رضؓ کو ایک ہی نور سے پیدا کیا گیا۔ علی رضؓ مجھ سے ہے اور میں علی رضؓ سے ہوں" سرکار دو عالم صلعم کے دینی اور راہ خدا کے احکام اور حضرت مرتضےٰ رضؓ کے اقوال کی آمیزش سے اکابر اولیا کے ذوق کے گھاٹ (سلاسل صوفیہ) کے سنائے ظاہر ہوئے اور جو سرور انبیا صلعم نے سرور اولیا رضؓ کی شان

میں فرمایا ہے انا و انت ابوا هٰذہ الامۃ میں اور تم اس امت کے
باپ ہیں" سے اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اسرار توحید کے منبع اور
انوار تحقیق کے مطلع وہی ہیں اور تمام اہل کشف وشہود کے اسرار کے درجات کے
کمال کا حاصل کرنا انہی کے سرچشمہ سے تھا۔ اسوقت ہے اور آیندہ بھی ہوگا
ایک اور حدیث میں آیا ہے اَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِیٌّ الْهَادِیْ وَبِکَ یَا
عَلِیُّ یَهْتَدِیْ الْمُهْتَدُوْنَ۔ میں ڈرانے والا ہوں اور علی ہدایت
کرنے والا۔ اے علی تجھ سے ہی ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں۔
جب یہ راز تجھ پر روشن ہوجائے تو جان لے گا کہ ہر ولی کے نور کی روشنیاں
حضرت علی رضہ ولایت کے چراغ سے ہی لی گئی ہیں

دوسرے اندازہ کے مطابق بدر سے روح قدسی مراد ہے جو کہ نسبت
کے درجہ میں اسرار ملکوتی اور جبروتی کی حقیقت کا مرکز ہوتا ہے اور منبع
لاہوتی سے اور مقام خلافت میں اس فیض کے نشانات اور ثمرات عالم
شہادت میں بسنے والوں اور سعادت کے راستے پر چلنے والوں تک
پہونچتا ہے۔ ان فیوض کا حصول حقایق ناسوتی کے کمالات کے ظاہر
ہونے اور حالات رغبوتی کے پیدا ہونے کا سبب ہے اور ہلال سے نزل

مراد ہے جو روح انسانی کی راز کی خوبی اور نفسانی قوتوں کو پرورش دینے والا ہے۔ اسرار قدسی کے شراب کے پیالیوں کو قوای انسانی کی حقیقتوں کی مجلس میں وہی پھیلانے والا ہے۔ مشاہدات قدسی کے اخبار کے آثار اور انس کے دسترخوانوں کے شراب کے ہمایوں کی خوشبوئیں روحانی تبدیلیوں اور قلبی خصوصیات کے ذریعہ آمیزش پاتی ہیں اور ان تمام سے انواع واقسام کے اعمال کی باریکیاں اور احوال کے ستاروں کی حقیقتیں وجود میں آتی ہیں۔ بیت

تجلیٔ جمالش را مظاہر در وجود آرد
ولے چوں پردہ بکشاید عدم بر مظہر اندازد

اسکے جمال کے تجلی کو مظاہر وجود میں لاتے ہیں لیکن اگر پردہ اٹھادے تو مظہر پر عدم کا پردہ چھائے گا۔

(متن) فلولا شذا ہا ما اہتدیت لحانہا
ولولا سناہا ما تصورہا الوہم

رباعی گر رہبر مستاں نشدے نگہت مے ؛ مشکل بدے کسے سوے میکدہ پے
در چشم خرد نیافتے نور زوے ؛ کے درک حقیقتش توانستے کے
(جامی)

(ترجمہ نثر) اگر شراب کی خوشبو اور دل کش شمیم نہ باغ کو معطر نہ کرتی
اس کے خمخانہ تک ہیں راستی کا راستہ طے نہ کر سکتا اور اگر اسکے نور کے
لمعات اور اسکے ظہور کا پرتو روشن نہ ہو جاتا ہیں وہم کے قدموں سے اسکی
حقیقت کے تصور کا راستہ چل نہ سکتا۔

(ترجمہ رباعی) اگر شراب کی خوشبو مستوں کی رہبر نہ بن جاتی کسی
کا میکدہ کا سراغ پانا مشکل تھا اور اگر عقل کی آنکھ اس سے روشنی حاصل
نہ کرتی۔ اسکی حقیقت کو نہ دیکھ سکتی۔

(شرح) شذا پاکیزہ بو کو کہتے ہیں اور حان شراب فروش
کی دوکان اور شعر کے چاروں کلموں میں ضمیر مؤنث مدامہ کی طرف پھرتی
ہے الوہم انوار جمال مطلق کا فاعل ہے۔ چاہتا ہے کہ اسکی تجلی کے پرتو وجود
کے ذرات کے آئینوں پر چمکا دے اور ہر شخص کو دنیاوی اشخاص میں سے
اس جمال کے عکس کے اثر سے تصور ہوا اسلیے اس شعر کے معنی یوں
ہو سکتے ہیں کہ ولا رائحتہ . . . . لطافتہا
(اگر اس شراب کی خوشبو نہ ہوتی تو میں اسکے شراب خانہ تک راہ پاتا
اور اگر اسکی روشنی نہ ہوتی تو اسکی انتہائی لطافت کی وجہ سے اس کے

تصور کرنے کی طاقت وہم کو نہ ہوتی۔

اے عزیز جان لے کہ حان سے مراد مقام محبت ہے اور پاکیزہ پو
سے کمالی آثار حاصل کرتا ہے اگر اُس جمال کے اثر کا ذبدبہ نفسی قلبی اور
سری آئینہ پر ظاہر ہو جائے تو وہ حقیقت جو ان معانی کی حامل ہو۔
اس کو حسن سیرت کہتے ہیں۔ اگر یہی جسم اور قالب کی نزاکت کے صفحات
کی سطح پر روشن ہو جائے تو اسکو حسن صورت کہتے ہیں۔ کیونکہ اس
روشنی کا اثر فصاحت کا نتیجہ بخشتا ہے اور اس کا ظہور صباحت کا بھل
زیبا ہے اور حسن و جمال کی پاکیزگی۔ رخسار کی نمکینی۔ تل کی موزونیت
آنکھوں کی دلفریبی۔ ابرو کا ہلال خوبرویوں کی صورتوں میں اسی جمال
کے ثبوت ہیں جیسا کہ ناظم کہتا ہے شعر و ما ذالک ..... تجلب
(وہ شراب حقیقت سوا اسکے کچھ نہیں کہ اگر وہ ظاہری مظاہر میں
ظاہر ہو جائے تو لوگ اسکو وہ حقیقی شراب تصور نہیں کرینگے)

پس حان سے جو کہ خوشبو کا منبع ہے جمال مطلق مراد ہے۔ اور شذا
جمال مقید کی طرف اشارہ ہے۔ مجاز کو حقیقت کی طرف ایک بڑا پل
جاننا چاہیئے جمالی تجلیات کے راز وجود کی تختیوں کے جلوہ گاہوں

پ۔ اے عزیز بڑھتے رہ اور منازل حقیقت کی سیر میں جد و جہد کے قدموں سے کوشش کر۔ جمال غیبی کا چہرہ ہر نالایق انسان کے تصور آنکھ سے پوشیدہ رکھ۔ بیت

ایں سر نہ ز ہر سرے تواں یافت ؛ تا نور یقیں کرا نہادند

ہر کس کہ بصورت آدمی شد ؛ خاصیت آدمی ندادند

پ راز ہر ایک سر سے (یعنی آدمی سے) نہیں پا سکتے ہیں جب تک کہ اس سر میں نور یقیں نہ رکھا گیا ہو۔ ہر کسی کو جو شکل و صورت کے لحاظ سے آدمی بنا۔ آدم کی خاصیت نہیں دی گئی۔

(متن) وَاِنْ ذکرت فی الحی اصبح اھلہ

نشاوی و لا عار علیھم و لا اثم

(رباعی) آں مے خواہم کہ عقل ازو مست شود ؛ سر رشتۂ اختیار از دست شود

مطرب چو بوصف او سخن آغاز کرد ؛ ہر زندہ دلے کہ بشنود مست شود۔

" ہر گز مئی عشق را خمارے نبود ؛ یکدم زاں می مرا کنارے نبود (جامی)

جز مے خوردن مرا چو کارے نبود ؛ بادۂ زاں مے کہ عیب عارے نبود "

(عربی بیت کا ترجمہ) اگر اس شراب کا ذکر ایسے قبیلے میں جو کہ اقبالمندوں

اور زندہ دلوں کا قبیلہ ہو گیا جائے بیشک اس قبیلے کے لوگ مست ہو جائیں اور نشہ کی شدت سے بے قابو ہو جائیں۔ حالانکہ اس مستی سے انکو نہ کوئی شرم ہوگی اور نہ شراب خواری میں کوئی گناہ

(فارسی اشعار کا ترجمہ) میں وہ شراب چاہتا ہوں جس سے کہ عقل مست ہو کر بے قابو ہو جائے۔ گویا اگر اسکی تعریف شروع کرے۔ ہر زندہ دل جو سنے مست ہو جائے۔ عشق کی شراب کو نشہ ہرگز نہیں اور میں اس سے ایک دم بھی الگ نہیں رہنا چاہتا ہوں۔ جب مجھے شراب پینے کے بغیر کوئی کام ہی نہیں تو اس شراب خواری میں کیا شرم ہو سکتی ہے

(شرح) ذکرت کی ضمیر مؤنث مدامہ کی طرف اور اہلہ کی ضمیر حی کی طرف راجع ہیں اور نشوہ اول درجے کا سکر ہے معنی یوں ہوئے (اگر کسی قبیلے میں مدامہ کا ذکر کیا جائے تو اس کے سننے کی لذت سے قبیلے کے لوگ مست ہو جائیں اور اس سے انکو کوئی شرم یا گناہ لاحق نہ ہوگا) حی سے مراد بنی نوع انسان کا گروہ ہے جو کہ ذات الٰہی کے عرفان کی باتوں کی زندگی سے موصوف ہے اور اس ذات نامتناہی کے تصرفات

اور حالات کی حقیقتوں کے سمجھنے اور پانے کے لیے مشہور ہے۔ اہل سے مراد جسمانی اور روحانی قوتیں ہیں۔ ذکر جہری۔ قلبی۔ سری۔ یا روحی ہو سکتی ہے۔ ذکر جہری قوت سامعہ کے ذریعہ قوائے حسی کی نشوو نما کرتی ہے۔ ذکر قلبی قوت حافظہ کے حاظر کرنے سے قوائے نفسی کی صفائی کا منبع ہے۔ ذکر سری فواد روحانی کو قوائے مفکرہ کے ذریعہ عرفاں کے صاف و خوشگوار سرچشمہ پر پہونچانے والی ہے۔ ذکر روحی حیات علمی کے انوار کی مطلع ہے۔ اور اس کا نفوذ غیبی مناجات کے مطابق ہے جو کہ قابلیات اور استعدادات کے طلب کرنے کی زبان ہے۔ پس ذکر صوری کا ذوق طالبوں کے راستہ میں آرام کی جگہ اور خورد و نوش کی چیز ہے اور ذکر قلبی کا نشہ سالکوں کے چراغ یا صبوحی پینے کے پیالے کا نور ہے۔ ذکر سری کی مدہوشی عاشقوں کے معراج کا براق ہے اور ذکر روحی کی مستی عارفوں کے لیے کشائش اور فتوح کی چابی ہے۔ مختصر یہ کہ جسطرح حواس ظاہری میں سے ہر ایک کو سکر و لذت کا ایک مشرب ہے جو کہ عالم شہود کے اقسام میں سے کوئی قسم ہے جیسے کہ قوت باصرہ کی لذت تا رنگوں اور شکلوں کے دیکھنے سے ہے اور قوت سامعہ کو آوازوں اور

گبتوں کے جو کہ نرم اور دلکش ہوں سینٹنے سے لذت حاصل ہے قوت ذائقہ کو کھانوں کے سمجھنے سے لذت ملتی ہے۔ اسی طرح قواء باطنی میں سے ہر ایک کے لذت اور سکر کے منبع کے حاصل کرنے کے لیے غیبی حقیقتوں میں سے ایک نہ ایک حقیقت اور ملکوتی اسرار میں سے کوئی نہ کوئی سیر اور راز ہوتا ہے جس کا ظہور عرفان کی شراب پینے والوں کے گناہ اور شرم مٹا ڈالتا ہے اور احسان کے انوار کے عاشقوں کے افتخار اور عزت کو ثابت اور برقرار رکھتا ہے۔

(متن) ومن بین احشاء الدنان تصاعدت
ولم یبق من حقیقتها الا اسمها

(رباعی) دردا کہ حریف دردی آشام نماند ؛ نہ بادہ بخے در قدح و جام نماند
کرد از دل خم زلطف مے میل عروج ؛ در خمکدہ ہا از وبجز نام نماند

(ترجمہ متن) وہ شراب مٹکوں کے اندر سے اوپر کو چڑھتی گئی یہاں تک کہ علوی مقامات کی طرف میلان کرنے سے سفلی گڑھوں سے بہت دور ہوئی اور لوگوں میں بغیر نام کے اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔

(ترجمہ رباعی) افسوس کہ تلچھٹ پینے والا کوئی دوست نہ رہا اور

پیالے میں شراب کی تری بھی نہ رہی۔ شراب کی نزاکت کی وجہ سے شراب نے اوپر جانے کا میلان کیا اور شراب خانوں میں شراب بغیر نام کے کچھ نہ رہا۔

(شرح) تصاعدت کے معنی مجاز کے طور پر ظہرت ہوں گے۔ اور اسکی ضمیر مدامہ کی طرف راجع ہے اور منہا کی ضمیر ان حقایق کی طرف پھرتی ہے۔ جو دناں سے ظاہر ہیں اور اس طرح شعر کے معنی یوں ہوئے یہ شراب مٹکوں کی انتڑیوں میں سے اُبلنے اور جوش کرنے لگی اور پھر پینے والوں کے ذوق میں پوشیدہ ہوئی یہاں تک کہ در اصل اس میں سے بغیر اسکے نام کے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شراب کی حقیقت نے پینے والوں کی بواطن کے مٹکوں سے جوش کیا۔ اور اسکے اثرات کی حقیقتیں اولیا کے چہروں کے صفحات اور اصفیا کی زبانوں کی معجونوں پر طالبوں کی تربیت اور غافلوں کی تنبیہ کے لیے ظاہر ہوئیں۔ خوشبو کی انتہائی نزاکت اور لطافت سے قابل لوگوں کی صلاحیتوں کے مشام میں نافذ ہوئیں اور اشخاص (خاص) کی خصوصیتوں میں پوشیدہ ہو گئیں۔ ان تبدیلیوں سے ہونے والے اسکی کیفیت سے

بغیر نام کے اور کچھ نہ رہا جو لوگ اس بیت کو ولایت کے انکار پہ محمول کرتے ہیں (وہ غلطی پر ہیں) یہ انکی نظر کا قصور ہے کیونکہ کشفی اور نقلی دلائل سے ثابت ہوا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ جو عنایت الٰہی سے مخصوص اور خداوندی الطاف کے پانے والے ہوتے ہیں اقطاب۔ افراد اوتاد۔ اور ابدال وغیرہم میں سے موجود رہتے ہیں جنکے وجود دنیاے فانی کے نظم و نسق کے موجب ہیں اور جن کے پاکیزہ انفاس آفات سماوی کے رد کرنے والے ہیں حضرت نبی کریم صلعم کا فرمان اسی مضمون کا شاہد ہے۔ لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ لَا یَضُرُّهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ (میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت ہو گی جو حق پر ہو گی انہیں کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتا جب تک کہ خدا کا امر نہ آئے) اس قوم کے ضعف تصور کا یہ ثبوت ہے کہ ناظم کے زمانے میں کاموں میں سے مشہور اصحاب میں سے چند مثلاً شیخ سعد الدین حموی رح شیخ سیف الدین باخرزی رح اور شیخ شہاب الدین سہروردی رح اور شیخ نجم الدین رازی رح المعروف بہ دایہ موجود تھے کہتے ہیں کہ ناظم (ابو حفص فارسی) چھ مہینے مصر کے ملک میں جامع ازہر میں معتکف تھا اور

شیخ محی الدین عربی رح اوپر والے طبقہ میں انہوں دونوں اعتکاف میں تھے اور دونوں میں ملاقات ہوئی۔ اور انکار کرنے والے کا مدعا یہ ہے کہ وہ زمانہ ولایت کے ظہور کا ابتدائی زمانہ تھا پس ناظم نے ظہور کے زمانہ میں ظہور کا انکار کیا ہوگا۔ یہ ناممکن ہے بیت

نہ اگر دیدۂ احول نبودے :: حدیث آخر و اول نبودے
نہ از صحبت خود کار خامست :: وگرنہ ظاہر و باطن کدامست

اگر تو بھینگا نہ ہوتے تو اول و آخر کی باتیں ہوتیں۔ تمہارا کام اپنی ہی صحبت سے خام ہے ورنہ ظاہر و باطن کیا ہے۔

(متن) وان خطرت یوما علی خاطر امرء
اقامت بہ الافراح وارتحل الھم

(رباعی) از بادۂ عشق غصہ برباد شود :: ویراں شدہ جہاد نہ آباد شود
بر خاطر غمگیں گذرد شاد شود :: زانارود وغم زمانہ آزاد شود
(جامی)

ترجمہ (متن) اگر کبھی کسی آزاد جوانمرد کے دل کے میداں میں اس شراب کی یاد پیدا ہو تو اس میدان سے سفر کرنے والے یعنی شادی اور راحت ٹھہرنے کا ارادہ کریں اور اس حرم (دل) کے مجاور یعنی غم اور

رنج وہاں سے کوچ کا نقارہ بجائیں۔

(ترجمہ رباعی) عشق کی شراب سے غم تباہ ہو جاتا ہے۔ واردات دنیا سے جو تباہ ہوا ہو۔ وہ آباد ہو جاتا ہے۔ اگر غمگین کے دل پر (اسکی یاد) گذرے۔ زمانے غم و غصہ سے آزاد ہو جاتا ہے

(شرح) خاطر سے قلب مراد ہے اور یہ اسم حال سے محل کا نام کرتا ہے اور اس کا فاعل مدامہ ہے اور ضمیر بہ میں بائے سببیت کے لیے ہے اور ارباب کشف و شہود کے پاس روز سے وقت مراد ہے جیسے آن کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دل کی صفائی کے اوقات میں سے کسی وقت قدسی اور روحانی بلندیوں کی فضا سے پاکیزہ ہواؤں میں سے ایک جھونکا اور مشاہدانسی کی لطافت والی خوشبو اور ٹھنڈی ہواؤں سے ایک جھٹکا روحانی شراب خانوں کے مستوں کے دلوں کے باغیچوں اور قرب رحمانی کے ہمسائیگی کے وطنوں سے دور شدہ لوگوں پر گذرے۔ فراق کی محنت اور غم کا خمیازہ وصال کے صاف اور ٹھنڈے پانی کے پیالوں کی فرحت میں تبدیل ہو جائے چنانچہ ناظم کہتا ہے۔

لھا دی اصیل کلہ ان تبسمت - او ایلہ برد
بحسی - وان راضیت عنی فعمری کلہ - او ان

الصباطیبا وعصر الشیبۃ"

جس وقت وہ محبوب صلعم سے راضی ہوتا ہے تو زلال وصال سے
مست ہو جاتا ہوں تو میری نسیم صبح (جوانی کا آغاز) اور شام عمر
(بڑھاپے کا زمانہ) خوشبو جیسا بن جاتے ہیں۔

(متن) ولو نظر الندامان ختم انا لھا
لا سکرھن دو لھا ذالک الختم

(رباعی) یارب چہ مے است اینکہ بود ہموارہ ٭ در آ عہ پرہیزم از وصد پارہ
گر مہر خمش را نگرد مے خوارہ ٭ بے بادہ شود مست از اں نظارہ

(ترجمہ متن) اگر اس شراب کے برتن کی مہر کو انجمن محبت کے رفیق اور
عشق و محبت کے ایوان میں رہنے والے دیکھ پائیں بے شک وہ مست
ہو جائیں گے بغیر شراب پینے کے صرف مہر کے دیکھنے سے ہی
(ترجمہ رباعی) اے خدا یہ کیسی شراب ہے کہ ہمیشہ میری پرہیزگاری
ادنیٰ کرتوں کے پرخچے اڑ جاتے ہیں اگر اس مٹکے کی مہر کو شراب پینے

والا دیکھے تو اس مُہر کو دیکھنے سے ہی شراب پیئے بغیر وہ مست ہو جائیگا۔

شرح ۔ ندما مجلس شراب کے رفقاء کو کہتے ہیں اور یہ ندیم کی جمع ہے اور اس موقعہ پر دون کے معنی بغیر کے ہیں اور اسکی ضمیر مدامہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اگر صاحب دل اور کشف و کرامات والے بزرگ جو کہ زلال کمال کو پینے والے ہیں اور وصال کی مجلس کے دیکھنے والے ہیں دل کی آنکھ سے اس مخفی خزانہ کو دیکھ لیں جو کہ اس کے مٹکے کی مہر ہے تجلیات جمالی کے انوار کے ایک پرتو کا ظہور اُن تمام کی ہمتوں کے اُڑان کے قاعدوں کو حیرت اور سرا سیمگی کے سمندر میں ڈبو دے۔

اے عزیز! جب ظاہری حسن و جمال جو کہ جمال حقیقی کے انوار کے شعاعوں کا ایک پرتو ہے باوجود ہزاروں مراتب جسمانی اور روحانی سے پستی میں آمد و رفت کو عبور کر کے اور ہجراں کی محنتوں سے ہر ایک مرتبہ سے دوری اور کدورت کے آثار کے ساتھ ہو کر اور تاریک اور غلیظ مظاہر سے مل کر جب اپنی حقیقت کو ارباب عقل کے سامنے جلوہ گر کر دیتا ہے اُن تمام کے عقلوں اور نفسوں کو خیرہ پاگل اور بیہوش بنا دیتا ہے اور اُن کے جانوں کو محبت کی کٹھالی میں پگلاتا ہے۔ یہاں پر

یہ جاننا چاہیے کہ جمالِ مطلق کی حقیقتوں کو دیکھنے والوں اور تحقیق شدہ (ثابت شدہ) کمال کی چوٹی تک پہونچنے والوں کا ذوق حیطہ بیان و گفتار میں نہیں آسکتا ہے اور کسی کی عقل کی ترازو کی زبان سے اسکو تولا نہیں جاسکتا ہے۔ (بیت)

حرف عشق از سرِ زبان دور است ؛ شرح ایں آیت از بیان دور است
ہر خسے کے رسد بمعنی عشق ؛ طالب کام زیں نشاں دور است

(ترجمہ) عشق کی بات زباں کے سرے سے دور ہے اور اس آیت کی تشریح بیان سے دور ہے۔ ہر کمینہ عشق کے معنی کو کب سمجھ سکتا ہے۔ کامیابی کا طالب اس جھنڈے اور نشان سے دور ہے

شعر: ولو نضحوا منہا ثری قبر میتہ
لعادت الیہ الروح وانعش الجسم

(رباعی) عاشق نتواند کہ زمے پرہیزد ؛ خاصہ زمیئے کہ شورِ عشق انگیزد
یک جرعہ بخاک ہر کہ زاں مے ریزد ؛ جاں در تنش آید ز لحد برخیزد
(جامی)

(ترجمہ رشن) اگر ندیم اس شراب کا ایک قطرہ کسی مردے کی نمناک قبر پر چھڑکیں بے شک جسم سے نکلی ہوئی جان جسم میں واپس آجائے گی اور

اس کا گرا ہوا جسم جان کے واپس آنے سے پھر تندرستی اور خوشی کی
حرکت میں آجائے گا

(ترجمہ رباعی) عاشق اس شراب سے پرہیز نہیں کرسکتا ہے۔ خاصکر
اس شراب سے جس سے عشق کا جنوں پیدا ہو اگر کسی مرے ہوئے کی قبر پہ
اس شراب کا ایک قطرہ چھڑکے۔ اسکی جان جسم میں واپس آئے گی اور
وہ قبر سے اُٹھ جائے گا۔

(شرح) نضح پانی چھڑکنے کو کہتے ہیں۔ ثرا نمناک مٹی کو انتعاش
اٹھنا۔ پہلی ضمیر مدامہ کی طرف پھرتی ہے۔ دوسری میت کی طرف۔
الروح والجسم عادت اور انتعش کے فاعل ہیں پھر معنی یوں ہوئے اگر
زلال عرفاں کے پینے والے جو مجلس شہود کے ندیم ہیں۔ عنایت کے پیالے کا
ایک قطرہ اور ہدایت کے چراغ کا پرتو جو کہ دل وجاں کی زندہ کرنے والا اور
نفس و جسم کو روشن کرنے والا ہے غفلت و جہالت کے مزار کے کسی غافل مردے
پہ چھڑکیں وہ معنوی حیات پاکر زندہ ہو جائے گا اور روح عرفانی کی خوشبو
اور خنکی کی مدد سے جہالت اور ناامیدی کی قبر سے نکل آئے گا مطلوب کے نہ پانے
کے افسوس کی آگ اسکے جذبہ طلب میں تقویت پیدا کردے گا (بیت)

تو آن انفاس رحمانی کہ جانہا از دمت یابند
تو آن دریاے غفرانی کہ مے شوئی خجالتہا۔

تو وہ رحمانی انفاس ہو جن کے اثر سے لوگ جانیں پاتے ہیں۔ تو وہ مغفرت کا دریا ہے کہ تمام خجالتوں کو دھوڈالتا ہے۔

(ملتمس) و لوطسا حوا فی تحالطا کرمہا
علیلاً و قد اشفی لعاہتہ السقم

(رباعی) گر مست مے عشق ببازار رود :: از دیدنش اندوہ خریدار رود
در سایۂ دیوار زرے کاں مے ازو رست :: بیمارئ مرگ از تن بیمار رود
(جامی)

(ترجمہ متن) اگر ایسے بیمار کو جو کہ بستر مرگ پر پڑا ہو اس دیوار کے سایہ میں جو کہ اس شراب کی مہربانی سے گھرا ہو مٹا دیں بحالیکہ وہ قریب المرگ ہو تو بے شک اس دیوار کے سایہ میں اسکی کمزوری بیماری اور سخافت دور ہو جائے گی

(ترجمہ رباعی) اگر عشق کا متوالا بازار جائے اسکو دیکھنے سے بیمار کا غم غلط ہو جائے۔ اس دیوار کے سایہ میں جس پر وہ انگور کی بیل جڑی ہو جس سے وہ شراب بنی ہے مرگ کی بیماری بیمار کے جسم سے جاتی

رہے گی۔

(شرح) اشقٰی کے معنی ہلاکت سے آزادی علیلاً طرحوا کا مفعول ہے اور اشقٰی کی ضمیر علیل کی طرف راجع ہے۔

اے عزیز جان لے کہ اصل میں شراب ایک کامل مکمل ہُما کا سایہ ہے اور رابطہ مرشد کا جسم ہے۔ جو حقائق اور اسرار کا بھرپور معدن اور معارف و انوار کا منبع ہے۔ کرم سے مطلب صاحب کشف کا دل ہے جو کہ خطاب حکمت کا مورد اور شراب محبت کا منبع ہے۔ علیل سے مراد غافل محجوب اور مفلس محروم ہے۔ یعنی اگر کوئی مریض غفلت اور محرومی کی وجہ سے اور کوئی بیمار جہالت اور زیانکاری کی بدبختی کے باعث سرا سیمگی۔ جہالت اور دوری کے اندھیرے میں ابدی ہلاکت کے نزدیک پہونچا ہو۔ جب وہی ولایت کے بزرگوں میں سے کسی کامل ہما کے سایہ میں اپنا وطن بنائے اور اس صاحب دولت کے انفاس کے روشنی کی مدد سے شک و جہالت کے اندھیرے سے نکل کر نور یقین کے وسیع فضا میں اسرار دین کے کمالات کے نور کے مشاہدہ سے مزین اور آراستہ ہو جائے (بیت)

جانانہ مے عشق یکے قطرہ بدل دہ ؛ تا در دو جہاں یک دل بیمار نماند

اے محبوب عشق کی شراب سے ایک قطرہ دل میں ڈال تاکہ دنیا
عالم میں ایک دل بھی بیمار نہ رہے

(متن) ولو قربوا من خالہا مقعداً مشی
وینطق من ذکری مذاقتہا البکم

(رباعی) آں مے خواہم کہ سالک ماندہ بجائے :: یابد ز بوئے قرب او قوت پائے
ور گنگ کند تخیّل چاشنیش :: گردد زبان بستہ اش عقدہ کشائے

(ترجمہ متن) اگر بولا لنگڑا اس شراب کے خمخانہ کے نزدیک لایا جائے۔ وہ
چل پڑے گا۔ اور اگر اس شراب کا ذکر کریں۔ تو اس خالص شراب کی
ذکر سے گونگا بول اٹھیگا۔

(ترجمہ رباعی) میں وہ شراب چاہتا ہوں جسکی نزدیکی سے کہ رکا ہوئے
سالک میں چلنے کی طاقت پیدا ہو اور اگر اسکی لذت کا خیال گونگا
کرے تو اسکی بند زبان مشکلات حل کرے۔

(شرح) مشی کا فاعل وہ ضمیر ہے جو مقعد کی طرف پھرتی ہے۔
اور ینطق کا فاعل بکم ہے اور حانٓ اور مذاق کی ضمیریں مدامہ کی طرف
عاید ہوتی ہیں۔ معنی یوں ہوئے اگر کوئی عاجز غافل جسکو نفسانی خواہشات

کی ٹھنڈک نے ہمت کے پاؤں کو خدا کی راہ میں چلنے سے روک لیا ہو
یا وہ ناقص جس کے بولنے کی زبان فطری صلاحیت کی کمی کی وجہ سے
باریک مضامین کے بیان کرنے اور خزائن روحانی کے ڈبیوں میں سے
عرفان کی حقیقتوں کے موتی نکالنے سے قاصر ہو اگر وہی ولایت کے
شراب خانہ کی ہمسائگی کی نزدیکی سے مشرف ہو جائے تو محبت کے
خلوص کے نوشدارو کے اثرات اسکے امراض اور بے حسی کو دور کرنے
والے بن جائیں گے اور دوستی کے حقوق کے ادا کرنے کے موجب بنکر
اسکے سیر الی اللہ (خدا کی طرف چلنا) کے جذبہ کو تحریک میں لائیں گے
اور عرفان کے موتیوں کے خزانے اور حکمت کے بھیدوں کے ابلنے والے
چشمے اسکی صلاحیت کی زمین میں جو چھپے اور پوشیدہ ہیں اخلاص
کی برکت سے اسکی زبان کی نہروں پر سے بہ جائیں گے۔ بیت

زمن اے دوست ایں یک پند بپذیر ::: برو فتراک صاحب دولتے گیر
کہ قطرہ تا صدف را در نیابد ::: نگردد گوہر و روشن نتابد
اساس کار وشے محکم افتاد ::: کہ موسیٰ را خضر مہبکر زد استاد
اے دوست مجھ سے یہ نصیحت مان لے۔ جاؤ اور کسی صاحب

دولت کے شکار بند کو پکڑ کیونکہ قطرہ جب تک سیپ کو نہیں پاتا ہے تب تک وہ موتی بنکر چمکتا دمکتا نہیں ہے کام کی بنیاد تب مضبوط ہوگئی جب موسٰے کو خضر جیسا اُستاد بنے۔

(متن) ولو عبقت فی الشرق انفاس طیبها
وفی الغرب مزکوم لعاد لہ الشم

(رباعی) اے جان رمیدہ از عدم باز آرد :: شادی بدل غرقہ بغم باز آرد
گر بوے دہد بشرق ور جا نب غرب :: مزکوم از اقوت شم باز آرد۔

(ترجمہ متن) اگر مشرق میں جو کہ انوار کا مطلع اور ظہور و اظہار کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ اس شراب کی خوشبو ہو اور مغرب میں جو کہ پوشیدگیوں کا وطن اور کائنات کے چھپ جانے کا مقام ہے ایک زکام زدہ ہو جو کہ ہر ایک بو کے پانے سے محروم ہوا ہو بے شک اس خوشبو کی طاقت سے بہرہ ور ہو اور اس کا دماغ اس شراب کی خوشبو کو سونگھنے سے معطر ہو جائے۔

(ترجمہ رباعی) وہ شراب بھاگی ہوئی جاں کو عدم سے واپس لاتی ہے اور غم میں ڈوبے ہوئے دل میں خوشی واپس لاتی ہے۔ اگر اسکی خوشبو

مشرق میں پھیلے تو مغرب میں زکام زدہ اشخاص میں سونگھنے کی قوت پیدا ہو جائے۔

(شرح) عبقت کا فاعل انفاس ہے اور والشم عادل کا فاعل ہے پہلی ضمیر مدامہ کی طرف راجع ہے اور دوسری مزکوم کی طرف اور شم سے سونگھنے کی طاقت مراد ہے۔ تعبیق کے معنی سونگھنا۔ اور یہاں عبقت کے معنی پھیلنے کے ہیں۔ خلاصہ معنی یوں ہے۔ اگر ربانی جھونکوں میں سے کوئی خوشبودار جھونکا اور رحمانی تجلیات کے عکسوں میں سے ایک پرتو لاہوتی غیب کے مشرق سے طلوع کرے اور مغرب میں اس مفلس کے نزدیک جسکی صلاحیت بالکل نیست و نابود ہو گئی ہو۔ اتفاقاً اس خوشبودار جھونکے کی لہریں گذر کریں اس جھونکے کے خوشبو کے آثار جاری ہونے سے اسکی قوت مدرکہ حیات ابدی پائیگی اور رحمانی تجلیات کی بجلیوں کا دیکھنا اس بیچارے کے شوق کے لئے ایک مشعل بن جائے گی اور وہ طلب کیلئے سرگرم ہونے میں اور خوشی کی جستجو میں غیبی واردات کا قابل اور ربانی تجلیات کے اسرار کا حامل بن جائے گا۔ بیت

اگر آن شہ نظر بکدم بحال من در اندازد ۞ ہزاراں طائر قدسی بہ پیش من پر اندازد

اگر وہ بادشاہ ایک لمحہ کے لیئے میری حال پہ نظر ڈالے تو ہزاروں

فرشتے میرے سامنے پرواز سے رہ جائیں گے۔

(متن) ولو خضبت من کاسھا کف لامس

لما ضل فی لیل و فی یدہ النجم

(رباعی) ہر کس کہ نہد بدست جام مئے ناب ؛؛ گر دد کفش از عکس مے ناب خضاب

در ظلمت شب گم نکند راہ صواب ؛؛ بنہادہ بکف مشعلۂ عالمتاب

(جامی)

(ترجمہ متن) اگر اس شراب کے چھونے والے کا ہاتھ اس شراب کے پیالے کی

روشنی کے پرتو پڑنے سے رنگ پکڑے کسی اندھیری رات میں راستہ نہ

بھولے گا اور اسکی حالت یہ ہوگی کہ اس پیالے کے عکس سے اسکے ہاتھ میں

ایک چمکتا ہوا ستارہ ہوگا۔

(ترجمہ رباعی) جو کوئی اس خالص شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے اس کا ہاتھ

شراب خالص کے عکس سے رنگ پکڑے گا اور رات کے اندھیری میں راہ

گم نہ کرے گا کیونکہ اسکے ہاتھ میں دنیا کو چمکانے والا مشعل ہوگا خضبت

کا مفعول مالم یسم فاعلہ کف ہے اور اس کا فاعل ظل ہے ضمیر لامس کی

طرف پھرتی ہے۔ کف سے مراد دل اور نجم سے پیالہ۔ پس شعر کا مطلب یوں ہے۔ اگر محبت کی شراب کا پیالہ جو اصل میں لطف الٰہی کے تجلیات کے ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے کسی طالب کے دل کو روشن کرے۔ اس پیالے کی حد سے زیادہ لطافت کے اثر سے طالب کے دل کا آئینہ صاف و نورانی ہو جائے گا۔ اور اسی تجلی کے آثار کی صحبت کی تلاش سالک کے راستے کی راہبر بن جائیگی جیسا کہ قرآن میں ہے کہ وہ ستاروں سے ہدایت پاتے ہیں (و بالنجم ھم یھتدون) بیت

بنور عشق تواں در طریق جاں رفتن | بپائے عقل دریں راہ کے تواں رفتن
جناں جاں نتواں یافتن بعقل و گماں | ببوئے دوست تواں اندراں جناں رفتن

جان کے راہ میں عشق کی روشنی سے جا سکتے ہیں۔ عقل کے پاؤں سے یہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ جان کا باغ عقل اور گمان سے نہیں پا سکتے اس باغ میں دوست کی بو سے جا سکتے ہیں۔

(متن) و لو جلیت سرا علی اکمہ غدا
بصیرا و من راو وقہا یسمع الصم

(رباعی) چوں مے صفت جلوہ نمائی یابد | صد دیدہ کور روشنائی یابد

ور زانکہ رسد صدائے پالودن او　　در گوش گراں کری رہائی یابد

(دہن کا ترجمہ) اگر اس شراب کو پرایوں سے چھپ کر کسی مادر زاد (جامی)

اندھے پر جس نے ہمیشہ اندھا رہنے کا یقین کیا ہو ظاہر کیا جائے بیشک اسکی

آنکھیں بینا ہو جائینگی اور بینائی کی دولت سے وہ بہرہ ور ہوگا۔ اور اس

شراب کے ٹپکانے آواز اگر بہرے کے کان میں پڑے تو وہ بہرا ہونے کی علت

سے آزاد ہو کر شنوائی کی سعادت تک پہونچے۔

(رباعی کا ترجمہ) جب شراب جلوہ گری کرے سینکڑوں اندھے بینا

بن جائیں گے۔ اگر اسکے انڈیلے تے کی آواز بہرے کے کان میں پڑے

بہرے پن سے آزاد ہوگا۔ جلیت صیغہ علی البناء للمفعول۔ اکمہ

کور مادر زاد کو کہتے ہیں۔ راووق صافی یا کسی ایسی چیز کو کہتے ہیں۔

جس سے شراب صاف کیا جائے راووق میں فعل مالم یسم فاعلہ کی

ضمیر مدامہ کی طرف راجع ہے خلاصہ مضمون یہ ہے کہ اگر تجلی کی صلاحیت

بخشنے والی حقیقتوں میں سے ایک حقیقت۔ جس سے فیض اقدس

مراد ہے۔ غفلت کے میداں کے کسی بے بصیرت ذلیل پر ظاہر کیجائے تاکہ

اس حقیقت سے اسکی آنکھیں نور اللہ سے یکدم رازوں کو دیکھنے والی

بن جائیں اور ریاضت کے شراب اور شراب کی صافی سے طالب کے
فہم کے کان کا پردہ کیونکہ قوت سامعہ دل کا ایک لطیف اوزار ہے
الٰہی باتوں کا جاننے والا اور روحانی اسرار کا سمجھنے والا بن جائے۔ حدیث
قدسی میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔

لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتّٰی احبہٗ فاذا
احببتہٗ کنت لہٗ سمعاً و بصراً ۔ ایسا بندہ جو کہ نوافل کے
ذریعہ میرے نزدیک آنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ میں اسکو
پیار کروں اور جب میں اسکو پیار کروں میں اسکے لیے کان اور
آنکھ بن جاتا ہوں۔ بیت

اے ذرہ از نور تو بر عرش اعظم تافتہ	از عرش اعظم درگذرہ بر ہر دو عالم تافتہ
آن ذرہ زینت شدہ خاصیت شدہ	سر تا قدم زینت شدہ بر ہر دو عالم تافتہ
بر عاشقاں روی تو بر ساکنان کوی تو	از بر تو یک موی تو کار معظم یافتہ

اے محبوب تیرے نور کا ایک ذرہ عرش اعظم پر چمکا ہے۔ عرش اعظم
سے گذر کر دونوں جہانوں پر چمکا ہے۔ وہی ذرہ چمکنے میں سورج کی
خاصیت رکھتا ہے سراسر زینت ہو کر دونوں دنیاؤں پر چمکتا ہے۔ ترجمہ

چہرے کے عاشقوں اور تیری گلی میں رہنے والوں پر تیرے ایک بال کی چمک سے بڑے بڑے کام اور مشکل حل ہوئے۔

متن: ولو ان راکبا یمموا اقراب ارضھا
وفی الراکب ملسوع لما ضرہ السم

(رباعی): باغے کہ بقصد مے نشانی تاکش روید گل رحمت از خس خاشا کش
گر مار گزیدہ بگذرد بہ خاکش آن خاک دہد خاصیت تریاکش (جامی)

(ترجمہ متن) اگر شتر سواروں کی ایک جماعت ایسی زمین کی خاک بوسی کا ارادہ کرے جہاں وہ شراب پائی جاتی ہے۔ اگر اُن میں کوئی مار گزیدہ ہو جس کی رگ رگ میں زہر پھیلی ہو تو ہرگز وہ زہر اسکو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے اور نہ ہلاکت کی شربت کا مزہ چکھا سکے۔

(ترجمہ رباعی) اس باغ کے کوڑا کرکٹ سے جس میں شراب معرفت کی نیت سے تو انگور کی بیل لگائے۔ رحمت کے پھول اُگ آئیں گے اگر مار گزیدہ اُسی زمین پر سے گذرے تو اس باغ کی مٹی اسکے حق میں تریاق بن جائے گی

(شرح) یمموا اقصدوا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

سَم فتحہ اور ضمہ سے زہر ہے اور لَمّا اسکا جواب ہے۔ سَم ضرہ کا فاعل اور ارض کی ضمیر مدامہ کی طرف راجع ہے۔

خلاصہ مضمون یہ کہ جب کوئی جماعت جلال کے آستانہ کو طلب کرنے والی اور کوئی گروہ مطالب کی امیدوں کا قصد کرنے والا عالم علوی کی منزلوں کی سیر میں حضرت مولا کی ہمائگی میں پہونچنے کا ارادہ کرے اور اُن کے درمیان (نفس و شیطان کا) ایک مار گزیدہ لنجا لولا ہو جسکو شہوات اور نفس امارہ کے سانپنے ڈسا ہو اور دنیا کی محبت کی بیماری نے اسکے دل تک رسائی حاصل کی ہو جس سے کہ وہ ہلاکت ابدی اور ہمیشہ کے نقصان کے زاویہ میں بسیرا کیے ہو تو اسکا زخم محبت والوں کی تریاق کے اثر سے بھر جائے اور اُن خضر جیسے حشمت والے عیسےٰ نفسوں کی مبارک ہمت کے ساتھ چلنے کی برکت سے اس ہجراں زدہ کی بیماری سے شفا پائے۔ اور اسکی بدبختی قرب الٰہی کی سعادت اور لذت میں تبدیل ہو جائے کیونکہ وہ ایک ایسی قوم ہے جو کہ اپنے ساتھیوں کو بھی شراب کا پیاسا نہیں رہنے دیتے۔ بیت۔

نہ آدم آں دمت گر گشت حاصل ۔ بری دریا روی ہمچوں حواصل
ازاں کارِ تو آمد پیچ در پیچ ۔ کز ان مرغان قفس دیدی دگر ہیچ

اگر آدم کا وہ دم (جس سے کہ اس کو خلافت الٰہی حاصل ہوئی)
تجھے ملے تو اس دریا پر حواصل کی طرح چلو گے ۔ تیرا کام اس لیئے مشکل
ہو گیا ہے کہ تو ہی صرف مرغانِ معرفت کا پنجرہ ہی دیکھا اور کچھ نہیں
(متن) ولو رسم الراقی حروف اسمھا علی
جبین مصاب جن ابراہ الرسم

(رباعی) زاں مے درکش کہ طبع خنداں گردد ۔ تمییز و خرد ہزار چنداں گردد
بر جبہہ دیوانہ ز نامش حرفے ۔ گر نقش کنی ز ہوشمنداں گردد (جامی)

(ترجمہ متن) اگر تعویذ نویس جادوگر اس خوشگوار شراب کے حرفوں کو
کسی پری کے آسیب زدہ کے ماتھے پر نقش کرے بے شک وہ دانا
اور ہوشیار ہو جائے گا (آسیب دیو و پری سے آزاد ہو گا)

(ترجمہ رباعی) وہی شراب پی جس سے طبیعت کھل جائے اور عقل و
تمیز میں ہزار گنا اضافہ ہو اگر ایک دیوانے کے ماتھے پر اسکے نام سے کوئی
حرف اگر تو لکھے تو وہ فرزانہ ہو جائے ۔

(شرح) رسم کا فاعل العراقی ہے اور ابراد کا فاعل الرسم ہے اور جن مفعول مالم یسم فاعلہ اور راہی ضمیر مستتر اندر ابراد کی ضمیر مصاب کی طرف پھرتی ہے۔ رسم کے معنی نقش ہیں مصاب دیوانہ کو کہتے ہیں جبیں سے قوت حافظہ مراد ہے جس پر جبروتی اور ملکوتی باریکیاں اور حقیقتیں نقش ہوتی ہیں اور وہی معقولات کی گتھیوں اور قوانین کو سمجھنے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر ایک مرشد کامل عالم علویات اور سفلیات کے ذرّوں کی حقیقتوں اور خاصیتوں میں سے اور روحانیات اور جسمانیات کی منزلوں میں سالک کے سیر کے آداب کی شرائط اور مقام قرب تک پہونچنے اور ترقی کرنے کی کیفیتوں سے محبت کی صفات اور اسماء کے اسرار کے تفصیلات اپنی تربیت۔ نصیحت اور ارشاد کے قلم کی مدد سے کسی حرص و ریا کے مریض اور شہوات اور نفسانی خواہشات کے دیوانے اور دنیا کے اندیشوں کے مار گزیدہ کے دل کی تختی پر لکھ ڈالے وہ فی الفور وہمی تصورات اور نفسانی تخیلات کی بیماری سے نجات پائے۔ (بیت)

دوش مراگفت یار چونی ازیں روزگار ٭ چوں بود آنکسکہ یافت دولت خندان خویش

بادہ سعادت رسید دامن مار اکشید ٭ بر سر گردوں زدیم خیمہ و ایوان خویش

(ترجمہ) مجھے دوست نے پوچھا کہ تیرا اس زمانے میں کیا حال ہے۔ جس نے اپنی کھلی دولت پائی ہو اس کا کیسا حال ہوگا۔ نیک بختی کی ہوا چلی اور ہمارا دامن کھینچ لیا ہم نے آسمان پر اپنا خیمہ گاڑ دیا اور اپنی بیٹھک بنائی۔

(حافظ) وفوق لواء الجیش لو رقم اسمھا
لاسکر من تحت اللواء کان الھا فھم

(رباعی) آں بادہ طلب کہ گر نہی بر کف شاہ ٭ یک ساغر ازاں ز سر نہد افسر و جاہ
ور بر علم جیش نگاری نامش ٭ در سایہ آں مست شود جملہ سپاہ

(ترجمہ حافظ) اگر اس خوشگوار شراب کا نام کسی بڑی فوج کے جھنڈے پر لکھا جائے تو اس جھنڈے کے سایہ میں بیٹھنے والوں کو وہ تحریر مست اور مدہوش کر دیگی اور انہیں ہوشیاری کی تنگ گلی سے آزاد کرے۔

(ترجمہ رباعی) وہ شراب مانگ جس سے اگر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک پیالہ رکھا جائے تو وہ تخت و تاج کو چھوڑ دے گا۔ اگر تو اس کا نام فوج کے جھنڈے پر لکھ دے۔ تو وہ تمام فوج جو اسکے سایہ میں بیٹھی ہو

مست ہو جائے۔

(شرح) لاسکیہ جواب ہے لواء کا اور والرقم اس کا فاعل اور ومن تحت اللواء اس کا مفعول لواء سے وجود کا سایہ مراد ہے۔ کہ (المتحابون فی ظلی کہ وہ میرے سایہ کے نیچے محبت کرنے والے ہیں) اور حبش سے مقرر شدہ ارواح اور معین اجسام ہیں اور رقم سے مقدورات کے ساتھ قدرت کے تعلق کے راز کی کیفیت مراد ہے۔

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس مدہوش اور پریشان کرنیوالی شراب کی حقیقت جس سے راز قدرت مراد ہے وجود کے جھنڈے کی سطح پر نقش کی جائے تو ازلی رازوں کی کنواری دلہنیں زمانوں اور مکانوں کے تختوں اور مسندوں پر جو کہ وجود کے سایہ کے اہل اور ساماں اور وجود کے علم کے مظاہر ہیں اپنا جمال صدیقوں اور مقربوں کی بصیرتوں پر جو کہ جمالی انوار کے شیدائی اور جلال کے میدان کے آوارہ ہیں اپنا خوبصورت چہرہ دکھائیں وہ سب عنایت ازلی کے اسرار سے مست اور کفایت ابدی کے آثار سے پابند ہو جائینگے۔ (بیت)

اے ہر دو کون روشن از آفتاب رویت ✿ وی نہ سپہر چوں مرغ در دام زلف خالت

بربادداده دل را آوازهٔ فراقت ٭ در خواب کرده جانرا افسانهٔ جمالت
عقلے کہ در حقیقت بیدار مطلق آمد ٭ تا حشر مست خفتہ در خلوت جلالت

اے محبوب ! دونوں دنیا تیرے چہرے کے سورج سے روشن ہیں تو آسمان
پرندے کی طرح تیرے زلف و خال کے جال میں پھنسے ہیں۔ تیری جدائی کی آواز
نے دل کو ویران کر دیا ہے اور وہ عقل جو اصل میں بیدار مطلق ہے۔ تیرے جلال
کی خلوت میں مگن نیند میں سوئی ہے۔

(متن) فتھذبت اخلاق الندامی فتھتدی
لبھا من طریق العزام من لالہ عزام

(رباعی) مے نیک کند خوی دل آزارانرا ٭ پاکیزہ کند سیرت میخوارانرا
راہے بنماید بسوی عزم درست ٭ در جستن مطلوب طلبگارانرا
(جامی)

(ترجمہ متن) محفل کے جلیسوں اور مجلس کے رفیقوں کو وہ شراب اہل دل کو
بری عادتوں سے آزاد کر کے اچھے اخلاق تک پہونچا دیتی ہے۔ پس وہ شخص
جیسکے ارادے کی سواری پہلے ہی لنگڑی ہو اور ارادے کی لگام سست ہو
پختہ ارادے کی طرف راہ پاتا ہے۔

(ترجمہ رباعی) یہی وہ شراب ہے جو کہ دل آزاروں کو نیک خو بنا دیتی ہے

اور شراب پینے والوں کی سیرت کو پاکیزہ بنا دیتی ہے۔ طالبوں کو اپنے مطلوب کی تلاش میں عزم درست کی طرف راستہ دکھاتی ہے

(شرح) تہذبت کی فاعل وہ ضمیر ہے جو کہ مدامہ کی طرف پھرتی ہے اور اس کا مفعول اخلاق ہے تہتدی کا فاعل من اور بہا کی ضمیر اخلاق کی طرف راجع ہے اور با سببیت کے لیئے ہے اور طریق کی لام الیٰ کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ اور لا الہ لیس کے معنوں میں استعمال ہے اس شعر کی وضاحت یوں کیجاتی ہے کہ جس طرح امراض جسمانی کے مریضوں سے مجازی شراب بدبودار مادوں اور خراب نجاستوں کو ہٹا دیتی ہے۔ اسی طرح شراب عرفان کا پلینا بھی حقیقی کمالات کے حوصلہ مندوں کے دلوں کو مہلک صفات کے امراض اور دور پھینکدینے والی عادتوں مثلاً حرص۔ حسد۔ بخل۔ ریا۔ کبر اور عجب سے جو حیوانوں اور درندوں کی قوتوں کے لازمات ہیں اور قلب و روح کے لیئے مہلک بیماریوں کے مواد ہیں صاف اور آراستہ کر دیتا ہے اور سستی کے گڑھے میں گرے ہوئے نکموں کو ناتوانی اور سستی کے مقام سے نکال کر رفتار کی فضا میں اور وہاں سے اونچے درجوں تک پہونچا سکتا ہے۔ (بیت)

اے بند تو غمگسار عاشق　　وی بند تو گوشوار عاشق

اے تلخ دوائے رافت تو — از بہر تن نزار عاشق
از جذب کشیدن غم تو — ہر زیب و نظام کار عاشق

اے محبوب تیرا لگاؤ عاشق کا غم دور کرنے والا ہے۔ تیرا خیال عاشق کے کان کی بالی ہے۔ اے محبوب تیری محبت کی تلخ دوائی عاشق کے دُبلے پتلے جسم کے لئے قوت بخشنے والی ہے۔ تیری محبت کے غم کی کشش اُٹھانے سے عاشق کے کام کی زیب و زینت ہے۔

(متن) — ویکرم من لا یعرف الجود کفہ
ویحلم عند الغیظ من لا لہ الحلیم

(رباعی) اں خل کہ شب و روز درم اندوزد — از جودت مے جود و کرم آموزد
واں را کہ نشست زآب مے آتش خشم — کے نائرہ ظلم و ستم افروزد

(ترجمہ متن) اس شراب اور اسکے پینے سے وہ ہر انسان جس کے ہاتھ میں خرچ کرنے اور سخاوت کرنے کی طاقت ہو اور نہ مہربانی کرنے اور بخشش کرنے کے سمندر کی جھاگ اسکی ہتھیلی پر ہو سخاوت کرنے کے دائرہ میں پاؤں رکھدیگا اور اسی طرح وہ فرومایہ جس میں نہ حلم کی صفت ہو اور نہ بردباری کی اس مقام پر جہاں کہ غصے کی آندھیاں حملہ کرتی ہیں۔ حلم کے مقام پر قدم رکھے گا۔

(ترجمہ رباعی) وہ کنجوس جو رات دن درہم و دینار جمع کرتا رہتا ہے۔ اس شراب کی برکت سے بذل و سخا سیکھ جاتا ہے۔ اس شراب کے پانی سے جس شخص کے غصے کی آگ بجھ گئی وہ کب ظلم و ستم کی آگ کو بھڑکائیگا۔

(شرح) یکرم کا فاعل من اور من لا یعرف ہیں ہے۔ اور یحلم کا فاعل من لا لہ الحلم ہیں من ہے اور یعرف کا فاعل کف ہے۔ اس شعر کی تشریح یوں ہے شراب معنوی کی خاصیتوں کے اثرات کی موجودگی مستی اور قلبی تصرفات کے موقعوں کو اخلاق کی تاریکیوں سے مثلاً حرص اور بخل اور عادات کی گندگی مثلاً کبر خود پسندی اور ریا ہے جو حیوانوں اور درندوں کی طبیعت کے لوازمات سے ہیں پاک اور آراستہ کرنے کے مقام میں پاکیزہ اور صاف بنا دیتی ہے اور سیر وجود کے شبریں بنانے کے مقام پر سالک کو جود و سخا کے زیور اور حلم و حیا کے گہنے سے آراستہ و پیراستہ بناتی ہے اور روح کے خلیفے کو دل کے دربار میں صفائی روح کے تخت پہ بٹھا دیتی ہے۔ (بیت)

بیا کیں عاشقی از سر گرفتیم جہانِ خاک را در زر گرفتیم
زمین و کوہ و دشت و باغ و جانرا ہمہ در حلۂ اخضر گرفتیم

زمیں را از بہاراں برگ و برشد   ز سرِ خویش برگ و برگ فتیم

(ترجمہ) آؤ ہم نے عاشقی از سرِ نو اختیار کی۔ اور اس خاکی دنیا کو سونے میں غرق کر دیا۔ زمین پہاڑ اور جنگل اور جہاں کے باغ کو سبز خلعت پہنائے۔ اگر زمین میں بہار کی فیض سے سرسبزی اور پھل پیدا ہوئے ہم نے اپنے راز سے سرسبزی حاصل کی اور ہم اسی سے پھیلے اور پھولے۔

(بیت)   و لو نال فدم القوم لثم فدامہا
لا لبسہ معنی شمائلہا اللثم

(رباعی) آں سادہ کہ راہ ہوشیاراں گیرد ۔۔ و ز جہل طریق توبہ گیراں گیرد
سر پوش سبوی مے اگر بوسہ زند ۔۔ خاصیت و خوی میگساراں گیرد

(ترجمہ رنثر) اگر کوئی شخص جو نادانی۔ بیوقوفی اور جہالت میں اپنی قوم میں مشہور ہو اس شراب معرفت کی صافی (جو شراب کی صراحی کے اوپر رکھکر شراب سے تلچھٹ کو الگ کرتے ہیں) بوسہ دے۔ یہ چومنا بیشک اس شخص میں اچھی عادتیں اور پاکیزہ اخلاق مثلاً حلم وحیا و سخاوت پیدا کریگا کیونکہ اس شراب اور اسکے پینے پر استقامت کرنے کی یہی خاصیت ہے

(ترجمہ رباعی) وہ بے وقوف جو ہوشیاروں کا راستہ روکتا ہے اور نادانی کی وجہ سے توبہ کرنے والوں کا راستہ بند کر دیتا ہے اگر اس شراب کے مٹکے کے ڈھکنے کو چومے تو اس میں شراب خواروں کی خصلت اور خاصیت پیدا ہوگی۔

(تشریح) فدام بلید اور بے سمجھ کو کہتے ہیں۔ فدام مٹکے کے بند منہ کو لثام انسان کے بند منہ کو شمائل اچھی عادتیں ناآں کا فاعل ثم ہے اور دوسرا فاعل البسہ اور اسکے قریب کی ضمیر اسکا مفعول اوّل۔ وشمائلہا اسکا دوسرا مفعول فدام سے مراد تقویٰ اور شرع ہے جو کہ مرید صادق کے وجود کے برتن کو شکوک کے نزدیک جانے سے روکتا ہے۔ اور لثام سے مراد شیخ کامل کا ارشاد ہے جو کہ طالب کے نفس امارہ کے منہ کو نصیحت اور ارشاد سے لذات جسمانی اور شہوات نفسانی سے بند کر دیتا ہے اس شعر کی تشریح یوں ہوگی۔ اگر ایک کند ذہن جس نے کہ سالک کے سیر کے راستے کی منزلوں کی خبروں اور ہدایتوں سے آگاہی نہ پائی ہو اور معرفت کی حقیقتوں کے راز جو کہ اسکی فطرت اور صلاحیت میں موجود ہیں ظاہر نہ ہوئے ہوں اور اسکی دل کی آنکھوں کی روشنی

کی تبدیلیاں ابھی نمودار نہ ہوئی ہوں۔ جب وہ شریعت اور پرہیزگاری
کے افسوں کی چابی سے اور نیازمندی اور درد کے چراغ سے راز
کمال کے منہ سے بندش کی مُہر اُٹھائے تو مرشد کی ولایت کے اسرار کا
فیض اسکے کمال حاصل کرنے کا باعث بن جائے۔ (بیت)

اگر سودائے او داری بسر ہر زماں بر آستاں مے باید ت
ور سر بازار او داری دلے فارغ از سود و زیاں مے بایدت
تا زمانے زو بدرمانے رسی ہر زماں دردِ نہاں مے بایدت

اگر تیرے سر میں اسکا جنوں ہے۔ ہر وقت تیرا اسکے آستانہ
پر ہونا چاہیئے۔ اگر تجھے اسکے بازار سے جنس (معرفت) خریدنے کی خواہش
ہے تو تیرا دل نفع و نقصان سے فارغ ہونا چاہیئے۔ اگر تو کسی وقت اس
سے علاج چاہتے ہو تو ہر وقت تیرے وجود میں پوشیدہ درد ہونا چاہیئے۔

(متن) یقولون لی صفہا وانت بوصفہا
خبیر اجل عندی باوصافہا العلم

صفاء ولا ماء و لطف ولا ہوی و نور ولا نار و لا روح و لا جسم

(شرح) یقولون کے فاعل کمال ڈھونڈنے کے مبتدی ہیں اور صفاء

محذوف مبتدا کی خبر ہے۔
معنی یوں ہوئے :۔ مجھے کہتے ہیں کہ اسکی تعریف کر اور اسکی تعریف
میں تم اسکی مشہور ترین تعریفوں سے بہترین شان والے میرے پاس ہو۔
اس شراب میں صفائی ہے لیکن پانی جیسی صفائی نہیں۔ بلکہ اس سے
زیادہ صاف ہے۔ جسکا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ نازک ہے لیکن ہوا کی نزاکت
جیسی نہیں بلکہ بے انتہا درجات میں اس سے زیادہ نازک ہے اور اسکی
روشنی آگ کی روشنی جیسی نہیں کیونکہ آگ کی خاصیت جلانا اور فنا کرنا
ہے۔ لیکن اس شراب کی روشنی سے ہستی۔ کمال۔ حیات۔ علم معرفت اور
ابدان اور قلوب کی بلندی حاصل ہوتی ہے۔ اور ناظم کا کہنا اجل عندی
باوصافہا العلیم ۔ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مرشد کامل سے یہ نہیں
ہوسکتا ہے کہ جو کچھ طالب صادق کے حوصلے کے لایق ہو اسکو نہ پہونچائے
کیونکہ ایسا کرنا ظلم ہوگا۔

(متن) محاسن تہدی الواصفان لوصفہا
فیحسن فیہا منہم النثر والنظم
ویطرب من لم یدرہا عند ذکرہا کمشتاق نعم کلما ذکرت نعم

(رباعی) ویران غم از ذکر مے آباد شود وز بند بلا و غم آزاد شود

ہر چند نداندش کسے چوں شنود نامش ز نثار نام او شاد شود

(جامی)

(ترجمہ رشتہ) وہ ایسی خوبیاں ہیں جو کہ تعریف کرنے والوں کو اس شراب کی تعریف کرنے کا راستہ دکھاتی ہیں اور پھر وہ اپنے نظم و نثر کو ان خوبیوں کے ذکر کرنے سے خوبصورت اور آراستہ بناتے ہیں اور جب کسی نے اس شراب کو نہ دیکھا ہو یا اسکی حقیقت کی لذت کو نہ چکھا ہو اس کا نام زبان پر لائے یا اور کسی کی زبان سے سننے سے ایسا ہلکا اور بے قرار ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک مشتاق عاشق دور ہی اور جدائی کے کونے میں معشوق کی یاد سے سرشار ہو کر وجد و طرب میں آتا ہے جسطرح ایک نعمت کا مشتاق خوش ہو جاتا ہے جبکہ وہ نعمت کی باتیں ہی سنتا ہے۔

(ترجمہ رباعی) غم کا مارا اس کا ذکر سنتے ہی محنت اور آفت کے بند سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس شراب سے غم و الم کا مارا آباد اور دلشاد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کب سے سنتا ہے لیکن اسکے نام کو سنتے ہی وہ خوش و خرم ہو جاتا ہے۔

(تشریح) محاسن محذوف مبتدا کی خبر ہے یعنی اسے ملھا محاسن

اور اسی طرح یوصفہا فیہا اور عنہم کی ضمیر یں یواصفین کی طرف راجع ہیں۔ والنشر والنظم محسن کا فاعل اور یوصفہا کی لام الیٰ کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ من یطرب کا فاعل ہے نعم ابنجہ نون وجزم عین ایک معشوق کا نام ہے۔ شعر کی تشریح یوں ہے۔ کہ اس شراب میں بہت سے خواص حمیدہ ہیں اور اُن خاصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ تعریف کرنے والوں کو اپنے وصف اور تعریف بیان کرنے کی طرف رہبری کرتی ہے یہاں تک کہ باری تعالیٰ کے مشتاقوں کے نطق کے بلبل راز کے بوستان میں لا احصی ثناء علیک (تمہارے ثناء ہم شمار نہیں کر سکتے) کے حمد کے ذکر سے چہکنے لگتے ہیں اُن اسرار کے ذوق اور سننے کی لذت سے سننے والے کے وجود کا درخت جھومنے لگتا ہے اگرچہ اس نے وہ ذوق چکھا ہی نہیں ہوا اور اسکے چہرے کا جمال دیکھا ہی نہیں ہو چنانچہ مشتاق عاشق اپنے معشوق کا ذکر سنتے ہی بشاش ہو جاتا ہے اور اس سرور سے اسکی محبت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

(بیت) چو یاد او شنود مونس زجاں اندوہ بستاند
چو اندوہش شنود غمخوار ز دل ہمبارہ برخیزد

نوائے مطرب عشقش اگر در گوش جاں افتد
ز کونین دست بفشاند قلندر وار برخیزد

صبا گر از سر زلفش بگورستاں برد بوئے
ز ہر گورے دو صد بیدل ببوئے یار برخیزد

(ترجمہ) جب اسکی یاد مونس بن جاتی ہے تو وہ جان سے تمام غم کو ہٹاتی ہے۔ جب اسکا غمخوار بن جائے۔ بیچارہ دل سے ہاتھ دھوتا ہے۔ اگر اسکے عشق کے گوئے کی آواز جان کے کان میں پڑ جائے۔ تو دونو جہانوں سے ہاتھ جھاڑ کر قلندروں کی طرح اُٹھے ہوا اگر اسکے زلفوں کی خوشبو گورستاں کی طرف لے جائے تو ہر قبر سے دو سو عاشق یار کی بُو سونگھ کر اُٹھ کھڑے ہو جائیں گے

(ھلش ن) وقالو شربت الاثم وکلا و انما
شربت الذی فی تنزہا عندی الاثم

(رباعی) جز در رہ عشق رنج بردن گنہست۔
جز شارع میخانہ سپردن گنہست
گفتی گنہست بادہ خوردن حاشا ٭ در مذہب ما بادہ نخوردن گنہست

(ترجمہ متن) صورت کے لحاظ سے معنیٰ کے سمجھنے سے کم فہموں اور لباس مجاز میں حقیقتیں پانے سے عاجزوں نے کہا کہ تم اشعار مدامہ سے جیسکے پینے کا اقرار صاحب قصیدہ نے کیا ہے اور تمام ابیات میں اسکی خاصیتوں اور اثرات کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ شراب مراد ہے جسکے معنیٰ لغت میں اثم ہیں اور شریعت میں اسکے پینے والے کو گنا ہگار مانتے ہیں یعنی ظاہری اور انگوری شراب جسکا پینا گمراہی کا نتیجہ ہے اور اسکے پینے والے کے لیے سزا اور عذاب ہے۔ صاحب قصیدہ اس جماعت کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ میں وہ شراب ہرگز نہیں پیتا ہوں اور نہ اسکے پینے سے لذت حاصل کرتا ہوں میں نے محبت کے پیالے سے شراب پی ہے اور اسی شراب کے پینے میں جدوجہد کی ہے اس شراب کا ترک کرنا گناہ اور اس کا ترک کرنے والا داناؤں کے مشرب سے بہت دور پڑا ہے۔

(ترجمہ رباعی) عشق کے راستے کے بغیر تکلیف اُٹھانا گناہ ہے۔ میخانہ کے گرد مرشد کے ارشاد کے بغیر چلنا گناہ ہے۔ تم کہتے ہو یہ شراب پینا گناہ ہے لیکن ہمارے مذہب میں یہ شراب نہ پینا ہی گناہ ہے

(شرح) عرب کے بعض حکیم ظاہری شراب کا پینا گناہ مانتے ہیں

خدا کے حکم کے مطابق وَ اِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا دونوں شراب اور جوا) کا گناہ اُن کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔ شراب پینا اسلئے گناہ ہے کہ اس سے جو نشہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ عقل نظری کے شرف کو زائل کردینے والا اور اوصاف بشری کو چھیننے والا ہے۔ صاحب قصیدہ غافلوں کی تہمت کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ صفا کے والاں پر صاف شراب (شراب عرفاں) پینے والوں کی مستی انگوری یا ظاہری شراب پینے سے نہیں ہے۔ کیونکہ اُس شراب کی رغبت اندھے پن سے ہے۔ اور اسکا پینے والا نیک بختی اور کمال کے منبع سے بے انتہا دور ہے اور اس شراب کا پینا گمراہی کا نتیجہ ہے اور اسکا پھل عذاب الٰہی اور سزا ہے۔ لیکن شراب محبت کا پینا وصال (الٰہی) کا باعث اور کمال کا سبب ہے اور یہ باعث عزت و افتخار ہے۔ اُس شراب کا پینا جاہلوں اور شریروں کی سیرت ہے اور اس شراب کے ذوق کا حاصل کرنا صاحب دل بزرگوں اور نیکوں کا طریقہ اور چلن ہے۔ (بیت)

پیش ازاں کاندر جہاں باغ مے انگور بود۔
از شراب لایزالی جان ما مخمور بود۔

(ترجمہ) اس سے پہلے ہی جب کہ دنیا میں انگور کی شراب کا باغ تھا۔
ہماری جان لایزال کے شراب سے مست تھی۔

(متن) (۱) هنیئاً لاهل الدیر کم سکروا بها
وما شربوا منها ولکنهم هموا
(۱) (۱)

(رباعی) آنانکه بپای خم مست شدند تا برده بباده دست در دست شدند
یک جرعه نخوردند ولیکن چو گذشت اندیشهٔ مے بر دل شاں مست شدند
(جامی)

(ترجمہ متن) (۱) دیر عیسائیوں کا عبادت گاہ صوفیوں کی اصطلاح
میں اس سے عالم انسانی مراد ہے عالم انسانی کے دیر میں اوسط درجے
کے بسنے والوں کو محبت ذاتی کی شراب خوشگوار ہے کیونکہ افعالی
اور صفاتی پردوں کے پیچھے سے انہوں نے اس شراب کے پینے سے بہت
مستی دکھائی ہے اور تھوڑا بہت وجود کے بوجھ کے وزن سے آرام کیا ہے
حالانکہ انہوں نے انتہا کو پہونچے ہوئے لوگوں کی طرح اس شراب سے پورا ایک
گھونٹ بھی نہیں پیا ہے۔ لیکن اسکے پینے کا ارادہ اور خیال کیا ہے

(ترجمہ رباعی) وہ لوگ جو مٹکے کے تلے ہی پست ہو گئے اس شراب کے
سایہ سے ہی مدہوش ہو گئے۔ ابھی ایک گھونٹ بھی اس شراب کا نہ پیا

(ترجمہ) شوق کی باتیں کھیل کود نہیں ہیں۔ آپ کی محبت میرے باطن میں بہت پرانی اور ابدی ہیں۔ آپکی محبت ہمیشہ میری رگ وپے میں رہے گی اگرمیں مر بھی مرجاؤں اور میری ہڈیاں سڑ بھی جائیں۔

(متن) علیک بہا صرفا وان شئت مزجہا
فعدلک عن ظلم الحبیب ہو الظلم

(رباعی) جام مئے ناب اگرچہ اے بادہ گسار تلخ است بتلخی آنرا از کف مگذار
ورناب مئے تلخ نداری آن بہ کش چاشنئے دہی زنوشیں لب یار

(ترجمہ متن) تمہارے لئے لازمی ہے کہ اس بات کی کوشش کرو گے کہ شراب کو بغیر آمیزش کے پیو اور اگر خالص صورت میں نہیں پی سکتے اور چاہتے ہو کہ اسکے ساتھ (پانی) ملاؤگے تو پھر اس صاف شیریں پانی سے جو کہ محبوب کے ہونٹوں اور دانتوں میں ہے۔ ایک قطرہ اسکے ساتھ ملا ڈال اور اس سے تجاوز کرنے سے اپنے آپ کو ظلم وستم کے اندھیرے میں نہ ڈال۔

(ترجمہ رباعی) اے شراب خوار اگرچہ خالص شراب کا پیالہ کڑوا ہے۔ اس کڑوے پن کی وجہ سے اسکو ہاتھ سے مست دے اگر کڑوی شراب پینے کی تجھے طاقت نہیں تو دوست کے ہونٹوں اور دانتوں کے آب (چمک) سے اسے چاشنی

دے اور شیریں بنا۔

(تشریح) پہلی اور دوسری ضمیر مدامہ کی طرف راجع ہے۔ اور ظلم ظا کے فتحہ اور لام کے سکون سے دانتوں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ صرف سے مطلب ذات کی محبت ہے۔ اور ممزوج سے محبت صفاتی اور دانتوں کی سفیدی ذاتِ الٰہی کی خوشبوؤں کا ظہور ہے۔ صاحب قصیدہ سالک کو کمال کی چوٹی تک پہونچنے اور آرزوؤں کے کعبہ کی طرف رخ کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ کیونکہ اس دنیا کی تجلیات کے انوار کی محبت خودی اور غرور کو فنا کرنے والی اور غیر اللہ کی بد اقبالی کو جلانے والی ہے اور اگر ارادہ کی خامی اور کمزوری صلاحیت اور اہلیت کی کمی کی وجہ سے وہ سعادت میسر نہ ہو جائے پھر بھی صفاتی خوشبو کے پیش آنے کو کہ وہ بھی ایک صورت میں عین ذات ہے غنیمت جان لے کیونکہ اس مقام سے نیچے کثرت افعال کی دنیا اور گمراہیوں کے مکر و فریب اور دغا کے پردے ہیں۔ (شعر)

لآتی ارضکم فی کل لیلۃ ۔ لعلی اراکم او اری من یراکم

میں آپکی گلی میں ہر رات آتا ہوں ۔ یہ امید لیکر کہ آپ کو دیکھوں یا انکو دیکھوں جو آپ کو دیکھتے ہیں۔

(متن) و دونکہا فی الحان ان استجلہا بہ
علی نغم الالحان فہی بہا غنم

(رباعی) مردانہ نشیں بگوشہ میخانہ بیں جلوہ مے ز ساغر و پیمانہ
مے خور کہ غنیمت است فرزانہ با نغمہ مے ترانہ مستانہ (جامی)

(ترجمہ متن) اس شراب کو مستوں اور شراب خواروں کے میخانہ میں لے۔ اور پی اور اس کے جلوے کا طالب اس میخانہ میں جام و پیمانہ کی جلوہ گاہ میں دلکش راگوں اور خوشگوار آوازوں کے ساتھ بن اس شراب کا پینا پاکیزہ آوازوں اور اچھی راگوں کے ساتھ دل پسند اور غنیمت ہے۔

(ترجمہ رباعی) میخانہ کے کونے میں مردوں کی طرح بیٹھ ساغر اور پیمانہ میں سے شراب کا جلوہ دیکھ لے دانا شراب پی کیونکہ مستانہ راگ کے ساتھ شراب کی صراحی کا قلقل غنیمت ہے

(شرح) دونکہا مترادف خذہا کا ہے اور اسکی ضمیر الحان کیطرف پھرتی ہے اور وہی ہیں ضمیر مدامہ کی طرف راجع ہے۔ ارحان مقام محبت اور شوق کو چاہتا ہے۔ یعنی تو مقام شوق کا ملازم بن جا اور حیات علمی کے قطرے جہالت کے قبروں کے مردوں پر چھڑک دے۔ کیونکہ اس مقام پہ ٹھیرنا

واردات غیبی کے راگوں اور سری اور قلبی کلام کے سننے کے ساتھ عارفوں کے لیے غنیمت اور سالکوں کے کمالات کے ظہور کا سبب ہے

(شعر) فاعجب من سکری بغیر مدامۃ والحرب فی سری وبنسی طرفینی

(متن) فما سکنت والھم یوماً بموضع
کذالک لم یسکن مع النغم الغم

(رباعی) خواہی ز فلک نہ غصہ بینی و نہ غم ؛ در میکدہ مے نوش بالحان و نغم
دور قدح و غصۂ دوراں یکجا ؛ ہمچوں نغم و غم نشود جمع بہم
(جامی)

(ترجمہ متن) بغیر ملاوٹ اور آمیزش اور کھوٹ ملائے کے شراب پی اور دلکش راگنیاں سن کیونکہ نہ شراب ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پر غم و اندیشہ کے ساتھ ساتھ رہ سکی اور نہ غم نے دلکش آوازوں اور راگوں کے ساتھ مقام کیا۔

(ترجمہ رباعی) اگر تو چاہتا ہے کہ آسمان سے غصہ نہ دیکھو گے نہ غم۔ تو راگوں اور دلکش آوازوں کے ساتھ میخانہ میں شراب پی۔ پیالے کا دور اور زمانے کا غم راگ اور غم کی طرح یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔

(شرح) سکنت کا فاعل مدامہ ہے والھم اس پر عطف ہے۔

لم یکن کا فاعل الغم ہے یوم سے مراد وقت ہے اور غم سے مطلب حجاب
شعر کا مطلب یوں ہوا:۔ عرفانی شراب کے پینے والوں کو الٰہی کلام اور
روبرو باتوں کی باریکیوں اور روحانی مکالمات کے دیکھنے کی حالت میں غم اور
اندیشہ جو کہ جسمانی لگاوٹوں اور نفسانی تعلقات کے نتیجہ میں رکاوٹ نہیں
بن جاتے ہیں اور بارگاہ قدس کے باغوں کے دیکھنے کا ذوق اور حسی عارضات
کے غموں کے پردے ایک ہی جگہ پر جمع نہیں ہوتے ہیں۔ (بیت)

در بارگاہ دردت درماں چہ بار یابد	با جلوہ گاہ وصلت برہاں چہ کار دارد
با روح وصلت اے جاں غم کیست تا نہد پائے	با کفر بت پرستاں ایماں چہ کار دارد

(ترجمہ) تمہارے درد کی بارگاہ میں علاج کو باریابی حاصل نہیں۔ تمہارے
وصال کی جلوہ گاہ میں دلیل قاطع (عقل) کو کیا کام ہے۔ تمہارے وصال کی
فرحت کے ساتھ غم کی کیا بساط کہ قدم مار سکے۔ اور بت پرستوں کے کفر کے
ساتھ ایمان کو کیا کام ہے

(متن) وفی سکرۃ منہا ولو عمر ساعۃ
ترے الدھر عبداً طائعاً ولک الحکم

(رباعی) خوش آنکہ بہ مے گرو کنی ژندہ خویش تا جمع کنی وقت پراگندہ خویش

چوں مست شوی زبند ہستی برہی یابی ہمہ روزگار را بندہ خویش

(ترجمہ متن) اگر اس خوشگوار شراب کی ایک مستی خواہ وہ ایک گھڑی ہی کی کیوں نہو زمانے میں پاؤ گے زمانے کو فرمانبردار نوکر اور اپنے آپ کو حکمران آقا دیکھو گے ۔

(ترجمہ رباعی) کیا ہی خوشی کی بات ہو گی اگر تو اپنا (زہد و پارسائی کا) خرقہ شراب کے رہن کر دو گے تاکہ اپنے پریشان وقت کو جمع کر و جب مست ہو جاؤ گے تو ہستی کی بیڑیوں سے آزاد ہو جاؤ گے اور تمام دنیا اور زمانہ کو اپنا نوکر پاؤ گے ۔

(شرح) اگر ایک گھڑی کے لیئے سلوک کی مدت میں فنافی اللہ میں شراب محبت کے نشے کی برکت سے ہستی موہوم کی ذلت سے رہائی پاؤ گے بقائے حقیقی (بقا باللہ) کے خلعت کی عزت سے حیات جاوید حاصل کر و گے ۔ کیونکہ مَنْ قُتِلَ فِیْ مُحَبَّتِیْ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو میری محبت میں شہید ہوا میں اسکی جاں بہا ہوں اور وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (جسوقت آپ نے دشمن کی طرف تیر پھینکا آپ نے نہیں مارا بلکہ اللہ نے تیر پھینکا) کے ارشاد کے مطابق اس حال میں جو بھی فعل تم سے صادر

ہو جائے وہ خدا کے افعال اور شان کا ظہور تمہارے ناسوتی مظہر (جسم) میں ہے۔ جبکہ زمانہ اور دنیا خدا کے افعال کے احکام کے فرمانبردار ہیں مقام خلافت حاصل کرنے سے تمہارے احکام کے محکوم بن جائیں گے۔ (بیت)

دریں دریا فگن خود را اگر ذرّے بدست آری ٭ کزیں دریائے بے پایاں گہر بسیار برخیزد

اس دریا میں اپنے آپ کو ڈال ممکن ہے کہ ایک موتی حاصل کرو گے کیوں کہ اس اتھاہ سمندر میں بہت سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ایک لہر تجھے تھپیڑا مارے (سمندر میں ڈبو دے) اس سے اور کونسی دولت تیرے لیے بہتر ہے۔ کیونکہ اس سے تمہاری شان کے سامنے دنیا نوکر کی طرح دست بستہ کھڑی رہے۔

(متن) فلا عیش فی الدنیا لمن کان صاحیا
ومن لم یمت سکرا بہا فاتہ الحزم

(رباعی) آں کوز شرابِ عشق ہشیار نشست ٭ جامِ طربش زسنگِ ادبار شکست
وانکہ ازیں شراب سرمست بمرد ٭ در عشق طریق حزم را کانہ بست

(ترجمہ متن) چونکہ ہر عیش کا سرمایہ موجودات پر غلبہ اور کائنات پر حکمرانی ہے۔ وہ یار یکی حبیبا کہ تم نے جان لیا مستی اور شراب خواری پر منحصر

ہے۔ پھر جس شخص نے ہوشیاری پسند کی اور اس شراب کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا دین کے عیش سے کوئی حصہ نہ پایا جس نے اس شراب کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اور اس شراب سے مست ہو کر نہ مراعقل اور دانائی کے راستے پر نہ چلا اور احتیاط۔ ہوشیاری اور دور اندیشی کا شیوہ اختیار نہ کیا۔

(رباعی کا ترجمہ) وہ شخص جو شراب عشق کو چھوڑ کر خردمند بن بیٹھا۔ اس نے بد اقبالی کے پتھر سے عیش دوام کا پیالہ توڑ ڈالا وہ شخص جو اس شراب سے مست ہو کر نہ مرا عشق کے راستہ میں اس نے ہوشیاری اور احتیاط کو کام میں نہ لایا۔

(شرح) صاحیا اور سکر دونو حال سے منصوب ہیں اور ضمیر منفصل بالکل اسکی معمول ہے۔ اور لمس کی طرف راجع ہے۔ اور الحزم اسکا فاعل ہے جبکہ مقام محبت کی فضیلت اس درجہ پر ہے کہ اس مقام کے واردات میں سے کسی وارد کے حاصل ہونے کے سبب سے جس سے کہ سکر مراد ہے طالب فنا اور زوال کے گڑھے سے بقا اور کمال کے درجوں کی بلندی پر پہونچ جاتا ہے۔ پھر وہ شخص جو خودی کی کمی سے خالی ہے اس شہود کیوجہ سے اسکے ہونے سے نہ ہونا بہتر ہے (اسکی موت زندگی سے بہتر ہے) جو شخص فنا

فی اللہ میں بندگی کے فنا کی ذلت کو بقاءِ حقانی کی عزت سے تبدیل کرنے کی کوشش نہ کرے اسکو ہوشیار اور دانا نہ کہیں گے۔ (بیت)

تا جاں دارم برم بگفت و گویت ویں عمر بسر برم بجست و جویت

با باد صبا دست بہ پیماں آرم تا از پئے من بجا کنم آرد بویت

(ترجمہ) جب تک میری جان میں جان ہے تمہاری گفتگو میں گذاروں اور یہ عمر تمہاری جستجو میں بسر کروں صبح کی ہوا کے ساتھ عہد و پیماں کروں تاکہ تیری خوشبو میرے مرنے کے بعد میرے مزار تک لائے۔

(شعر) علی نفسہ فلیبک من ضاع عمرہ

ولیس لہ منہا نصیب ولا سہم

(رباعی) سرمایہ عمر ہر مے خواہد مرد بے مے خوردن عمر بود مایہ درد

ہر کس زمے بعمر خود بہرہ نخورد گو خون بگری کہ عمر خود ضائع کرد

(ترجمہ شعر) اس شخص کو رونا چاہیے اور اپنے اوپر ماتم کرنا چاہیے جس نے کہ اپنی زندگی کی پونجی اور اپنے اوقات عزیز کی نقدی کو ضائع کیا اور اس کو شراب خواری کا ذریعہ اور مستی اور بیہوشی کے واسطہ نہ بنایا۔ اور اس میں سے ایک سا گھونٹ حاصل کرنے اور ایک حصہ پانے کی طرف نہ لگ گیا۔

(ترجمہ رباعی) عمر کی پونجی شراب کے بغیر مر جائیگی (ضائع ہو جائیگی) بغیر شراب پینے کے عمر زندہ مسری ہے جس شخص نے اپنی عمر میں شراب سے فائدہ نہ اُٹھایا اسکو کہا دو کہ روئے کیونکہ اس نے عمر ضائع کی

(شرح) چونکہ کمال حاصل کرنے کے سب سے بڑے ذرائع اور بخشش اور بزرگی کے حالات کے سب سے زیادہ فیض دینے والے جامی حیات کی کان کے موتی یعنی اوقات گھڑیوں اور لمحوں کے جواہرات ہیں جن میں کہ دانا طالب اُن کے ذریعے سعادت ابدی حاصل کر سکتا ہے اور ابدی کمالات کو اپنا سکتا ہے اپنے پیارے نفس کو محرومی کی وحشت کے اندھیرے اور حسرت کے جنگل میں پھینکنے کی بجائے معرفت کی حقیقتوں کے باغیچوں کی نعمتوں اور یقین کے مراتب کے انوار حاصل کرنے کی لذت تک پہونچا سکتا ہے۔ پھر جو کوئی باوجود مدعا کے طلب کرنے کی فرصت اور صلاحیت موجود ہونے کے اس سعادت کے حاصل کرنے سے رہ گیا اور اپنے اوقات کی باگ ڈور کو دنیا کے میلے گدلے اور فنا ہونے والے امورات کے انجام دینے کے ہاتھ میں دے دیا در اصل سرنگون بدبخت مردود اور منحوس زیاں کاروں اور ذلیلوں میں سے ہے کیونکہ اس نے نامرغوب اور ناپسند سمجھا۔ اولئک الذین خسروا انفسھم وضل عنھم

مَا کَانُوا یَفتَرُون۔ لَا جَرَمَ اَنَّھُم فِی الاٰخِرَۃِ ھُمُ الاَخسَرُون

یہی وہ لوگ ہیں جن کو انکی نفس نے نقصان پہونچکر فتارت کیوجہ سے گمراہ ہوئے اسلیئے یہ لوگ آخرت میں زیادہ گھاٹے مین رہیں گے۔

اس سے زیادہ بے وقوفی اور بڑی حسرت کون ہو سکتی ہے۔ کہ ایک احمق باوجود پادشاہی اقبالمندی کے حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہونے اور بے انتہا نیک بختی کا ذوق حاصل کرنے کی فرصت ہونے کے لکڑہارے کی محنت اور بھنگی کی ذلت گوارا اور پسند کرے اور ایک بدبخت جوکہ گمراہی کی زندگی میں حیران اور ٹھنڈے پانی کی پیاس میں افسوس کرنے والا عدم کے جنگل اور بیاباں کی منزلوں سے کرم کے دریاؤں کی ساحلوں پر آئے آئے اور پھر فرصت کی گھڑیوں کو غنیمت نہ سمجھے اور اوقاتِ فرصت لاپروائی کی کھیل کود میں اور شہوت کی بازی میں گنوائے اور آخر کار الٰہی خوشبودار ہوا کے تجلیات کے جمال کو نہ دیکھکر اور معرفت کے اسرار کے پیالوں سے محبت کی شراب نہ پی کر محرومی اور حسرت کی چیخ و پکار کرتے ہوئے اور گھاٹے کے داغ میں گدھے کی جیسی آواز میں روتے ہوئے سوکھے ہونٹوں اور روتی آنکھوں کے ساتھ عدم کے اندھیرے گھر کی طرف لوٹے مناسب ہے کہ زمین کے

رہنے والے اس کے حال سے عبرت حاصل کریں اور آسمان کے رہنے
والے اس کے سزا پانے پر ماتم کریں۔ خداوند کریم ہمکو ان لوگوں میں
سے بنائے جو اسکی عبادت سے نیک بخت ہوئے اور اسکی عشق سے
مراد کو پہونچے۔ اُن لوگوں میں سے نہ کرے جنکو گھاٹا ہوا کیونکہ وقت
کے گذر جانے پر مرنے کے بعد حسرت سے کوئی مشکل حل نہوگی۔

بے شک وہ احسان عطا کرنے والا صاحب فضیلت اور احسان
صاحب جود اور سخا ہے۔ خدائے واحد حمد کا سزاوار ہے۔ اور سلامتی
کے سزاوار وہ لوگ ہیں جو راہ راست پر چلے۔

تمت

خداوند کریم کا شکر ہے کہ یہ تحت اللفظ ترجمہ ختم ہوا۔ اگرچہ
اس میں کافی سے زیادہ نقص اور عیب ہوں گے۔ کیوں کہ بشریت کے
زمرہ میں آنے کی وجہ سے میں سہو و نسیاں سے مبرا نہیں ہو سکتا ہوں
اور نہ میرا علمی ذخیرہ اتنا ہے کہ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے فرمودہ
معارف کو سمجھ سکوں یا اسکو اپنے الفاظ میں بیان کر سکوں۔ کیوں کہ

نہ میں عالم باعمل ہوں اور نہ عارف اور نہ غواص تصوف اور نہ نکات رموزات معرفت سے باخبر ہوں نہ سلوک کے مقامات سے آشنا ہوں۔
اپنی بے بضاعتی سے شرمسار ہوں کہ کس مہم کے لیے اپنی شکستہ کشتی بحر ذخار میں ڈال دی جس کے تھپیڑے بڑے بڑے سفینوں کو غرق کر دیتے ہیں۔
کیوں کہ مَن صَنَّفَ فَقَدِ اسْتُهْدِفَ بزرگوں کا کلام ہے۔
بہر حال علمائے کاملین اور عرفائے واصلین سے امید قوی ہے کہ وہ میرے عیوب پر خط عفو ڈالتے ہوئے اس بات کو ثابت کریں کہ۔ بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم۔ اور اگر وہ اس ترجمہ میں نقائص اور عیوب سے دوچار ہو جائیں تو درگذر فرمائیں کیوں کہ میری نیت خدمت اسلام تھی اور اگر میں اس میں کہیں بہک گیا ہوں گا تو وہ اُسے میری کم مائیگی پر محمول کریں اور جہاں کہیں ضرورت ہو درستی اور تصحیح فرمائیں۔
وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

المترجم

محمد طیب صدیقی ابن حافظ قاری عبدالمجید مرحوم۔
غفر اللّٰہ لہ، ولوالدیہ ولمن لہ حق علیہ

اپیل بخدمتِ اصحابِ عقیدت و اربابِ معرفت

اس امر کی توضیح کرنا کہ جناب حضرتِ امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کے حقوق اہالیِ کشمیر کی گردنوں پر ہیں۔ بے سود ہے۔ کیونکہ وہ اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہیں اور کشمیر کے مسلمان اُن سے بخوبی واقف ہی نہیں بلکہ اُن حقوق کا انہیں کافی سے زیادہ احساس ہے جسکا ثبوت انہوں نے قدیم زمانے سے لے کر آج تک خانقاہِ معلّےٰ کی تزئین۔ تذہیب اور تنویر سے اب اہم پہونچایا ہے جیسا کہ اس کا حق تھا لیکن ایک فروگذاشت ناقابل معافی ہے کیونکہ آج تک جناب امیر رضی اللہ کے فرمودات۔ ارشادات اور تصانیف شائع نہیں کئے گئے جن سے کہ نہ صرف اہالیِ کشمیر مستفیض ہو جاتے بلکہ ساری دنیا اس قائدِ اعظم اور مصلحِ اعلم کے نصائح اور معارف سے مستفید ہو جاتی۔ کمیٹی بقعہ خانقاہ معلّےٰ نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ قوم کی معاونت سے اس اہم کام کو ہاتھ میں لے لیکن اس میں قوم سے استدعا ہے کہ بصورتِ

امدادِ زر دارالمطالعہ کے صندوق کو غرقِ زر کرے اور بصورتِ رسائل اور تصانیف حضرتِ امیر رضی اللہ عنہ جو کہ مختلف اصحاب کی لائبریریوں میں موجود ہیں دارالمطالعہ کو نوازے تاکہ اُن کی اشاعت ترجمہ اور طباعت کا کام ہاتھ میں لیا جائے

المشتہر

غلام احمد ہمدانی۔ المعروف بہ زہرہ۔ جنرل سیکریٹری
مجلسِ انتظامیہ خانقاہِ معلّٰے

اپیل بنام مسلمانانِ کشمیر

حضرت بانیِ اسلام کشمیر میر سید علی ہمدانی رضؓ کا جو حق مسلمانانِ کشمیر پر ہے۔ شاید اس سے کوئی بھی مسلمان تا قیامت انکار نہیں کر سکتا ہے۔ اور نہ اس سے انکی گردنیں تا قیام دنیا سبکدوش ہو سکتی ہے۔
یہی وہ شخصیت تھی جو پاپیادہ ایران ہمدان سے محض کلمہء حق بلند کرنے کے لیے تشریف لائے۔ اسوقت نہ ہوائی جہاز کا وجود۔ نہ موٹر۔ نہ لاری، تانگہ اور بائیسکل کا۔ اِسی قائدِ اعظم رضؓ کے متعلق مرحوم سر محمد اقبال رح مولانا رومی علیہ الرحمۃ کی زبان سے فرما چکے ہیں:- ؎

سید السادات سالارِ عجم	دستِ او معمارِ تقدیرِ اُمم
آفرید آن مردِ ایرانِ صغیر	با ہنر ہائے غریب و دلپذیر
یک نگاہِ او گشاید صد گرہ	خیز و تیرش را بدل راہے بدہ

(جاویدنامہ)

اس قائدِ اعظم رضؓ کی مختلف یادگاریں کشمیر کے اکناف و اطراف میں موجود ہیں جنمیں سے خانقاہ معلّے سرینگر مرکزِ شہر میں واقع ہے جس سے ہر ایک چھوٹا بڑا واقف ہے۔ انکی بقا کیلئے اس مردِ مجاہد نے تین گاؤں بطورِ جاگیر اسوقت کی

حکومت سے مقرر کرائے تھے۔ مگر انقلابِ زمانہ اور حکومت کے ردوبدل سے یہ جاگیریں ضبط کیگئی۔ اور خانقاہ معلّی کو اس آمدن سے محروم ہونا پڑا۔ مگر مرحبا اور شاباش اُن غیور مسلمانوں کو ہے جنہوں نے اپنی نیک اور پاک کمائی سے اپنے نفس پر پتھر باندھکر اس متبرک مقام کو برابر آباد رکھا۔ آج خانقاہ اور اس کا بانی مسلمانوں سے مطالبہ کر رہا ہے۔ کہ وہ اسلامی مرکز کو تغیر زمانہ کے ہاتھوں تلف ہونے سے بچائیں۔ آج کل اس خانقاہ معلّے کے انتظام کیلئے باقاعدہ ایک انتظامیہ کمیٹی ہے۔ جسکے صدر خواجہ علی شاہ صاحب نایب منیر مال کشمیر ہیں۔ اسکا سکریٹری خانقاہ معلّے کا ایک خادم زادہ ہے۔ آمدن وخرچ کا حساب باضابطہ رکھا گیا ہے۔ ہر ایک شخص بلا امتیاز عقیدہ دفتر پر تشریف لاکر حساب کی جانچ پڑتال کر سکتا ہے۔ اور اپنے مفید مشورہ سے کمیٹی کو مستفید فرما سکتا ہے امسال کمیٹی نے باضابطہ حساب آمد وخرچ شایع کیا۔ اور یہ قابل داد بات ہے کہ آج تک کبھی بھی اسطرح حساب شایع نہیں کیا گیا ہے۔ کمیٹی کے زیر نظر مندرجہ ذیل امور میں امید کیجاتی ہے کہ مسلمانان کشمیر اور خصوصاً مسلمانانِ سرینگر اِن امور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے کمیٹی کا ہاتھ مالی امداد سے بٹائیں گے۔

ہمارے ارادے؟ کمیٹی کا ارادہ ہے (۱) ایک چھوٹا سا یتیم خانہ کھولے۔

(۲) کمیٹی کا ارادہ ہے۔ کہ جناب حضرت امیر کبیر رضؓ کے گراں بہا اور بیش قیمت تصانیف کو جو کہ تقریباً ۲۷۵ ہیں زیور طبع سے آراستہ کرے۔ اِنکے ترجمے عام فہم اور آسان زبان میں کر دے۔ تاکہ بانیٔ اسلام کشمیر کا دمشن) عام ہو۔

(۳) ایک دینی مکتبہ کا اجراء ایوانِ خانقاہ پر ہو۔ (۴) خُدام زادوں اور مجاور زادوں کے تعلیمی بندوبست کے سلسلہ میں مستحق طلبا، کو ماہوار دس دس روپے کا وظیفہ دے سکے۔ تاکہ وہ خود کفیل ہونے کی قابلیت حاصل کر سکیں۔ (۵) ارادہ ہے۔ کہ دو تفریح گاہ (پارکس) تیار کیجائیں۔ ایک عورتوں کے لیئے اور ایک مردوں کیلئے ان میں حسب ضرورت جنگلہ بندی پھول کاری اور دیگر قسم کی زینت ہو۔

(۶) شمالی اور جنوبی ڈیوڑھیوں کی تعمیر مقبرہ کی مرمت اور سفیدے لگانے۔

(۷) ابتدائی زینہ کدل الیٰ بیت الخلا ایک سور طرف دریای جہلم بنا کر اسپر چند مقامات پر دو منزلہ مکانات بنانے۔ اسکے علاوہ کلاشپورہ اور اردو بازار میں دو جدید مکانات بنانے مطلوب ہیں۔ لیکن مالی کمزوری کیوجہ سے یہ تعمیر پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی۔ (۸) ایک اخبار کا اجراء جسکی منظوری ابھی تک حکومت نے نہ دیدی۔ اسکے متعلق مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۷۰ء کو ایک اطلاع موصول ہو چکی تھی۔

(۹) زنانہ سرد خانہ کی تعمیر۔ (۱۰) اسلامی دارالمطالعہ جس کا اجراء گذشتہ سال کیا

گیا ہے۔ اسکا توسیع جسکو سروست کمیٹی نے صرف سالانہ ۶۰ روپے کا گرانٹ منظور کیا
ہے جو کہ بالکل غیر مکتفی ہے۔ خانقاہ معلی کو بغیر از زر کرایہ کوئی خاص آمدن نہیں ہے۔
اور یہ زر کرایہ سالانہ تقریباً ۳۴۰۸ روپے ہے۔ خرچ سالانہ تنخواہ عملۂ دفتر و
ضروریات تقریباً ۱۶۰۰ روپے ہے۔ جو کچھ بچتا ہے وہ مفاد عامہ پر خرچ کیا جاتا
ہے۔ مثلاً غسلخانہ سرد خانہ۔ لکڑی حمام۔ کوزہ ہا۔ سڑکوں کی مرمت۔ مقبرہ کی مرمت
اسلامی دارالمطالعہ کیلئے کتابوں کا خریدنا۔ اسلئے عام مسلمانوں سے استدعا کیجاتی ہے
کہ وہ شرقی دروازہ پر لگائے ہوئے صندوق برائے تعمیر میں ہر وقت جب کبھی وہ
خانقاہ فیض پناہ پر تشریف لایا کرینگے مالی امداد کی رقم ڈال دیا کریں۔ کیونکہ یہی
ایک ذریعہ خانقاہ کے آباد اور قایم و دایم رہنے کا ہے۔ مجھے امید واثق ہے۔ کہ
مسلمان اس میری گذارش کو صدا بصحرا نہ سمجھینگے۔ اور عنداللہ ماجور ہونے کی امید
پر اس قائداعظم کی محبت کا بین ثبوت کرینگے۔ اسی مجر خلق اللہ رضؓ کی یہ تصنیف
آج آپ لوگوں کے خدمت میں کمیٹی پیش کر رہی ہے۔ اور آیندہ انشاءاللہ یہ سلسلہ
جاری و ساری رہے گا۔ اسکے بعد رسالہ فقیریہ تصنیف جناب امیر رضؓ
عنقریب شائع ہوگا۔

خادم درگاہ :- غلام احمد ہمدانی (زہرہ)